s\MD ASADULLAH\Downloads\5.2.2018 Naqueeb.inp 19/05/39 07:08 & PAGE 1 (1,1)

:\Users\Rashid\Desktop\3
copy.jpg not found.

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل
■ ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ ضیا رحمانی
■ حضرت مولانا علی میاں کی دعوت......
■ اسلام کا معاشی انقلاب
■ نرم مزاجی کی اہمیت
■ اخبار جہاں، ہفتۂ رفتہ
■ طب وصحت، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 56/66 شمارہ نمبر 6 مورخہ ۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۱۸ء روز سوموار

دستور کی حفاظت سب سے بڑا مسئلہ

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ

مسئلہ صرف ملک کی ترقی، ملکی وقار کی بلندی، اقتصادی استحکام اور تعلیمی بلندی کا نہیں ہے، مسئلہ سب سے بڑا یہ ہے کہ دستور کی عظمت واحترام کو کس طرح برقرار رکھا جائے، جس نے پورے ملک کو باندھ رکھا ہے، دستور پر عمل درآمد کو کس طرح یقینی بنا جائے، تاکہ انصاف، دھونس کے سامنے سر نہ جھکا لے، دستور جسے بڑے دماغوں نے بنایا تھا، چھوٹے دماغ والے اسے مذاق بنانا چاہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ دستور کے ساتھ یہ مذاق ملک کو کہاں لے جائے گا؟ دستور کی حاکمیت اور انصاف کی برتری جمہوریت کی روح ہے، حملہ آج اسی پر ہے، اگر یہ حملہ کامیاب ہوگیا تو ہندوستان بکھر جائے گا اور ہندوستانی گھاٹے میں رہیں گے۔

ہندوستان کا بہت بڑا مسئلہ وہ جنگ ہے جو سرحد پر نہیں ذہنوں میں ہو رہی ہے اور جس کی چھینٹیں سڑکوں، کھیتوں، کھلیانوں اور کارخانوں پر پڑ رہی ہیں، یہ جنگ ہے فرقہ پرستی اور سیکولرزم کے درمیان، اس جنگ میں کس کا کتنا خون بہا، یہ اہمیت نہیں رکھتا، اہمیت اس بات کی ہے کہ خون وطن عزیز میں ہندوستانیوں کا ہو رہا ہے، جمہوری قدروں اور سیکولر روایتوں کا ہو رہا ہے، انسانی رشتوں اور سماجی بندھنوں کا ہو رہا ہے، اگر اس جنگ میں فرقہ پرست طاقتوں کو کامیابی مل گئی تو کمزور ہوتا ہوا ہندوستانی سماج اقتصادی بدحالی کو مار کھا کر اور سازشوں کا شکار ہو کر ٹکڑوں میں بٹ جائے گا۔ اجودھیا میں بابری مسجد، رام جنم بھومی کا تنازعہ ہندوستان کے دستور کی بقا واحترام کا مسئلہ ہے، کچھ لوگ اسے ہندوستان کا مسئلہ بنا رہے ہیں، مگر یہ مسئلہ ہندوستان کا نہیں ہے، یہ مسئلہ دستور سے وفاداری، عدالت کی بالادستی اور سیکولرزم کی بقا کا ہے۔

آج جنم بھومی کے نعرے لگا کر فرقہ پرستی کے زہر کو دل ودماغ میں اتارا جا رہا ہے، ستم یہ ہے کہ پاکستان میں اپنی جنم بھومی کھود دینے والے، ہندوستان میں جنم بھومی ڈھونڈ رہے ہیں، ٹرین پر بیٹھ کر اپنی جنم بھومی تلاش کر رہے ہیں، یہ کسی عظیم شخصیت کے ساتھ وفاداری نہیں ہے، یہ فرقہ پرستی کے گرم توے میں اقتدار کی روٹی سینکنے کی ترکیب ہے، مگر یہ ترکیب کسی کو راس آئے یا نہ آئے، ہندوستان کو راس نہیں آسکتی ہے؛ اس لیے وہ ساری چھوٹی بڑی طاقتیں جو اس ترکیب کو غلط سمجھتی ہیں، انہیں ارادہ کے ساتھ سامنے آنا ہوگا اور فیصلہ کرنا ہوگا کہ بھاگلپور سے ایودھیا تک کا ہندوستان اس ملک کی تقدیر ہے یا عظیم سیکولر ہندوستان؟ عدالت کے فیصلے کو نہ ماننے کا اعلان کرنے والے مسلمانوں کے دشمن نہیں، دستور کے دشمن ہیں، مختلف فرقوں کے درمیان آگ بھڑکانے والے صرف مسلمان کے نہیں، ہندوستان کے مخالف ہیں، حقیقتوں سے نظر بچا کر، غلط آرزوؤں کی آبیاری کرنے والے علم وآگہی کو شرمندہ کر رہے ہیں۔ ذہنوں میں یہ بات بٹھائی جا رہی ہے کہ لانبے چوڑے ہندوستان کو صرف ایک طبقہ ہی مضبوط اور محفوظ رکھ سکتا ہے، ہندوستان کی تاریخ اس جھوٹ کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہے، ہمارا یہ عظیم ملک اشوک کے زمانہ میں بہت بڑا رہا ہے، جو بدھ دھرم کے ماننے والے تھے، یہ وطن عزیز اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں بہت بڑا رہا ہے، جو مسلمان تھے اور اجازت دیجئے تو یہ کہہ دوں کہ انگریزوں کے دور میں بھی سرزمین ہندوستان کا جغرافیہ بہت پھیلا ہوا تھا، یہ ملک اقلیتوں کے زمانہ میں زیادہ بڑا اور مضبوط رہا ہے۔ ملک کی سالمیت، وسعت اور ترقی کسی ایک طبقہ کی اجارہ داری نہیں ہے، یہ ہر فرد، ہر فرقہ اور ہر طبقہ کی ذمہ داری ہے، وقت آگیا ہے کہ وطن عزیز کی طرف سے عائد اس ذمہ داری کو ہم فخر کے ساتھ اپنے کاندھوں پر اٹھالیں اور سیاسی، سماجی، طبقاتی، علاقائی مفاد سے بلند ہو کر فرقہ پرستی اور سیکولرزم کے درمیان فیصلہ کن جنگ میں مؤثر رول ادا کریں، جن لوگوں کی نگاہیں دور تک دیکھتی ہیں، وہ سمجھ رہے ہیں کہ ملک کا مستقبل کسی ایک سیاسی پارٹی کے ہاتھوں میں محفوظ نہیں ہے، سیکولرزم پر یقین رکھنے والی جماعتوں کی مؤثر جدوجہد ہی میں وطن عزیز کا مستقبل ہے۔

دستور ہند نے اقلیتوں کو اپنی پسند کے ادارے بنانے اور چلانے کا حق دیا ہے، اس حق کا نفاذ حکومتیں کرتی ہیں، اداروں کی منظوری حکومتوں کے ہاتھ میں ہے، جو حکومتیں اقلیتی اداروں کی فلاح سے دلچسپی لیتی ہیں، وہ انہیں منظوری دیتی ہیں، کرناٹک، آندھرا پردیش، تامل ناڈو، کیرالا وہ صوبے ہیں، جہاں بڑے بڑے اقلیتی ادارے ملک کی خدمت کر رہے ہیں اور نئی نسل کی تعلیم میں مصروف ہیں، وہاں کئی میڈیکل کالج، کئی انجینئرنگ کالج، ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ، فارمیسی کالج اور دوسرے ان جیسے مفید ادارے حکومت کی منظوری کے ساتھ کام کر رہے ہیں، مگر ہم اپنے صوبے میں بہت سے اسکول اور کالج کی منظوری کی آرزو لیے برسوں سے سسک رہے ہیں، متعدد کالجوں کی منظوری حکومت کے دفتر سے نہیں، ہائی کورٹ کے فیصلہ کے نتیجہ میں ہوئی ہے، ہماری حکومت کوئی اچھی مثال نہیں چھوڑ رہی ہے، یہ دستور میں دیئے گئے حقوق کو سلب کرنا ہے، یہ اقلیتوں کے مسائل سے بے توجہی کی کھلی نشانی ہے، بڑے حوصلے کے ساتھ برسوں کی محنت کے نتیجہ میں اتر ہندوستان میں پہلا میڈیکل کالج کٹیہار میں کھولا گیا، ایک حکومت نے منظوری کا حکم دیا، دوسری حکومت نے اس پر روک لگادی، اب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ میڈیکل کالج، میڈیکل کونسل آف انڈیا کی تمام شرطوں کو پورا کرے تو منظوری دی جائے گی، سچائی یہ ہے کہ حکومت بہار کی سرپرستی میں جو میڈیکل کالج چلتے رہے ہیں، ان میں سے کئی کالج ایسے بھی ہیں، جو میڈیکل کونسل کی شرطوں کو پورا نہیں کرتے، بعض کو کونسل نے اپنی فہرست سے خارج کرنے کی دفتری کارروائی بھی کردی؛ لیکن حکومت بہار نے ان کی منظوری ختم نہیں کی ہے، مگر اقلیتی میڈیکل کالج کی منظوری کے لیے میڈیکل کونسل کی شرطوں کو ڈھال بنایا گیا، نہ کرنے کے ہزار بہانے ہوتے ہیں اور کرنے کے لیے صرف ایک مخلصانہ حوصلہ اور سچے عزم کی ضرورت پڑتی ہے، بہت سے اقلیتی کالجوں اور اسکولوں کو عرصہ دراز کی کوشش وکاوش کے باوجود منظوری نہیں مل سکی ہے، اقلیتی تعلیمی اداروں کے اساتذہ کے لیے اسکیل کے سلسلہ میں حکومت کے حکم کے باوجود دفتر شاہی نے جو زیادتی کی ہے، وہ آپ کے علم میں ہے۔ تعلیمی سلسلہ کی جب بات آتی ہے تو ذہن میں مدرسوں کی طرف ضرور جاتا ہے، حکومت بہار نے مدرسوں کے اساتذہ کی تنخواہوں کی ذمہ داری قبول کر کے اچھا کام کیا ہے، حکومت نے اس معاملہ میں جمہوری قدروں اور دستوری احکام کا احترام کیا ہے، مگر مدرسوں کے کئی اہم معاملات ٹھنڈے بستے میں ہیں، جو منظور شدہ مدارس ہیں، ان کے اپ گریڈ کا معاملہ ہے، ان میں اساتذہ کی تنخواہ بڑھانے کا معاملہ ہے، دار الاقامہ دار کی سہولت کا مسئلہ ہے، جن ضلعوں اور علاقوں میں مدارس نہیں ہیں، یا بہت کم ہیں، ان میں نئے مدارس کے کھولنے کا معاملہ ہے اور سب سے بڑھ کر تنخواہوں کے بروقت اور صحیح طریقے پر ادائیگی کا معاملہ ہے۔ ایک بڑا معاملہ ملازمتوں کا ہے، ملازمتوں میں اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کی نمائندگی بہت کم ہے، جس کے نتیجہ میں سرکاری دفتروں میں اجنبیت کا احساس ہوتا ہے، کرپوری ٹھاکر فارمولہ صوبہ بہار میں بارہ تیرہ سال سے نافذ ہے، لیکن فارمولہ نے بھی دفتروں میں مسلمانوں کی تعداد بڑھانے میں کوئی اہم رول ادا نہیں کیا، تجربہ نے بتایا کہ مذہبی اقلیت ہو، یا ذات پات کی اقلیت، اکثریت کے مضبوط پنجے نوکریاں اچک لیتے ہیں اور اقلیتوں کے ہاتھوں میں وعدہ کا پیالہ اور یقین دہانیوں کا حوالہ رہ جاتا ہے، اس لیے ملازمتوں میں جب ریزرویشن کی بات دور تک جاچکی ہے، مذہبی اقلیتوں کے لیے بھی ملازمتوں میں مناسب نمائندگی نہیں ہے، مناسب نمائندگی کا فیصلہ ہونا چاہئے۔ یہ بھی حقیقت ہے ملازمین صوبہ بہار کی ایک محدود آبادی کا ذریعہ معاش بن سکتی ہیں، سماجی انصاف اور اقتصادی تعاون کا تقاضہ ہے کہ اقلیتوں کے گھروں میں دو وقت کی روٹی بنے، پہننے کا کپڑا اور سر چھپانے کو کوئی سایہ ہو، یہ اس صوبہ اور اس ملک کی بنیادی ضرورت ہے (بقیہ صفحہ ۱۱؍پر)

اقوال زریں

کسی پر بھروسی کرو تو آخر تک بھروسہ کرو، آخر میں یا تو ایک اچھا دوست ملے گا یا ایک اچھا سبق۔ طنز اور بحث سے رشتے کمزور ہوجاتے ہیں۔ کبھی بھی اپنوں سے ایسی لڑائی نہ لڑنا جس میں لڑائی تو تم جیت جاؤ اور اپنوں کو ہار جاؤ۔ انسان کی فطرت اس کے چھوٹے چھوٹے کاموں سے ظاہر ہوتی ہے، بڑے کام تو لوگ ہمیشہ سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔ دولت مٹی کی طرح ہوتی ہے، اسے ہمیشہ پاؤں کے نیچے رکھنا چاہئے، اگر تم سر پر چڑھاؤ گے تو یہ قبر بن جائے گی اور زندہ لوگوں کے لیے قبریں نہیں ہوتیں۔ (حاصل مطالعہ)

بلا تبصرہ

جب سے مرکز میں بھاجپا اور ریاستوں میں غیر کانگریسی سرکاریں آئی ہیں، ایمرجنسی میں جیل جانے والوں کو پنشن دینے کی ہوڑ سی لگی ہوئی ہے، تازہ معاملہ اتراکھنڈ سرکار کا ہے، جو ایمرجنسی میں جیل گئے لوگوں کو ہر سولہ ہزار روپئے پنشن دے گی، اس پنشن کی بھلا کیا معقولیت ہے؟ ایمرجنسی مرکزی حکومت کے ذریعہ لگایا گیا تھا، تو پھر ریاستیں کیوں پنشن بانٹ رہی ہیں، یہ عوام کی گاڑھی کمائی کا غلط استعمال ہے، کل یہی لوگ ۱۹۷۷ء سے ہی پنشن کی مانگ کرنے لگیں، تو پھر کیا ہوگا۔ (بشن ویر آریہ: ہندوستان ۳۰؍جنوری ۲۰۱۸ء)

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

کامیاب ازدواجی زندگی کے اصول:

﴿عورتوں کا بھی ویسا ہی حق ہے، جیسا مردوں کا ان عورتوں پر ہے۔﴾ (سورۂ بقرہ: ۲۲۸)

مطلب: اللہ تعالیٰ نے میاں و بیوی کے درمیان فطری محبت وکشش رکھی ہے، تاکہ عورت مرد کی رفیق حیات بن کر زندگی کے نشیب وفراز میں ہر ہر قدم پر اس کا ساتھ دے سکے، یہی وجہ ہے کہ مرد کامل مرد رہتے ہوئے عورت سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اور عورت عورت کے لباس میں رہتے ہوئے مرد کے بغیر مطمئن زندگی نہیں گذار سکتی، اس سے معلوم ہوا کہ کائنات انسانی کی بقا کے لیے مرد اور عورت کا وجود نہایت ضروری ہے اور اگر یہ دونوں اپنی عائلی زندگی کو اسلامی طریقے پر گزاریں تو گھر کا ماحول پر مسرت اور خوشگوار ہوگا اور معاشرے میں بھی اس کے خوشگوار اثرات پڑیں گے، اس لیے شریعت نے مرد وعورت دونوں کی فطری ساخت کا لحاظ رکھتے ہوئے متوازن انداز میں حقوق وذمہ داریاں بھی بتلائی ہیں اور پوری انصاف پسندی کے ساتھ دونوں کے فرائض اور واجبات متعین کئے ہیں، خانگی زندگی کے نظام میں مرکزیت پیدا کرنے کے لیے شوہر کو گھر کا سربراہ اور نگراں بنایا اور انہیں حکم دیا کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اور عورتوں کو حکم دیا کہ چونکہ شوہر ذمہ دار ہے؛ اس لیے ان کی بات مانیں، نیک بیویاں شوہر کی فرمانبردار ہوتی ہیں اور شوہر کے غائبانہ میں اس کی ہر امانت کی حفاظت کرتی ہیں، جو عورتیں جائز باتوں میں اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے لیے جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا اس حال میں انتقال ہوا کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے، ماہ رمضان کا روزہ رکھے اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کی فرمانبردار رہے تو پھر اسے حق ہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہوجائے۔ اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ شریعت کی نگاہ میں شوہر کی اطاعت کی بھی ایسی ہی اہمیت ہے، جیسی کہ ان ارکان وفرائض کی ہے۔ بہرحال کامیاب ازدواجی زندگی کا اصول یہی ہے کہ میاں بیوی دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو انجام دیں، آپس کی تلخیوں کے وقت کوئی بھی فریق شیریں ومحبت آمیز بول سے تلخی کا فوراً ازالہ کرے، چنانچہ حضرت ابوالدرداء نے اپنی بیوی سے فرمایا: جب تو مجھے غصہ میں دیکھے تو مجھ کو اپنی محبت ونرمی سے ٹھنڈا اور خوش کردے اور جب میں تجھ کو غصہ میں دیکھوں گا تو میں بھی تجھ کو ٹھنڈا اور خوش کردوں گا، اس طرح ہماری زندگی بہت شیریں اور محبت کے ساتھ گذرے گی؛ اس لیے زوجین کو آپسی میل جول سے زندگی گذارنی چاہئے، کسی معاملہ کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں، اس طرح سے زندگی گذارنے کا خانگی نظام مربوط ہوگا اور ایسے گھروں پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔ اللہ مرد وعورت دونوں کو اپنے اپنے فرائض وذمہ داریوں کو بحسن وخوبی انجام دینے کی توفیق بخشے۔ آمین

ہمدردی وغمگساری بھی عبادت ہے:

{حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکینوں کو کھانا کھلایا کرو۔} (مسند احمد)

وضاحت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماج اور معاشرہ کے قابل رحم طبقہ کی دل جوئی، ہمدردی وغمگساری کو عبادت قرار دیا ہے؛ تاکہ سوسائٹی کے کمزور اور مفلوک الحال افراد بھی خوشحالی اور فارغ البالی کی خوشگوار فضا میں سانس لے سکے، اس لیے جو یتیم وبے سہارا بچے ہیں، ان کی کفالت کیجئے، ان کے ساتھ لطف ومدارات سے پیش آیئے، اس سے نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور اللہ کے حضور آپ کا مرتبہ اور مقام بلند ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے صرف خدا کی خوشنودی مطلوب تھی تو سر کے جتنے بالوں پر ہاتھ پھیرا، ہر ہر بال کے بدلہ میں نیکیاں ملیں گی اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا بچہ کے ساتھ حسن سلوک کیا، تو میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملادیا۔ (ترمذی) اور جو لوگ غریبوں اور مسکینوں پر خرچ کرتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول نے مختلف قسم کی بشارتیں سنائی ہیں اور فرمایا کہ صدقہ خطاؤں کو مٹاتا ہے، جس طرح آگ پانی کو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تعریف وتحسین کی جو یتیموں اور مسکینوں کو کھلاتے ہیں ''اپنا کھانا مسکین، یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں'' باجودیکہ وہ خود ضرورت مند ہیں، مگر اپنے پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! مجھے سخت بھوک اور فاقہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر دریافت کیا، وہاں کچھ نہ تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی ہے جو اس شخص کی اس رات میزبانی کرے، یہ سن کر حضرت ابوطلحہ انصاری کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں ہوں یا رسول اللہ، اس کے بعد وہ اپنے گھر گئے اور بیوی سے کہا کہ یہ رسول اللہ کے مہمان ہیں، جو کچھ ہو ان کو پیش کردیا جائے، انہوں نے کہا کہ صرف بچوں کا کھانا ہے، انہوں نے کہا کہ جب عشا ہوجائے تو بچوں کو کسی طرح بہلا کر سلا دو اور چراغ بجھا دو، ہم لوگ رات میں اسی طرح گذار دیں گے، انہوں نے یہی کیا، صبح ہوئی تو یہ انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں اور فلاں کا یہ کام بہت پسند آیا، پھر یہ آیت نازل ہوئی: ''تنگ دستی کے باوجود اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ یتیموں اور بیکسوں کی کفالت کرنے سے اللہ راضی ہوتے ہیں اور خرچ کرنے والے کے مال میں برکت عطا فرماتے ہیں۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

اکٹھی تین طلاق کے نفاذ کا ثبوت قرآن کریم سے

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاق دے دیتا ہے، تو بیوی پر تین طلاق واقع ہوجاتی ہے، اور بیوی حرام ہو جاتی ہے، کیا اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے؟

الجـــــواب و باللہ التـــــوفیق

جی ہاں! ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں تین واقع ہوتی ہیں، یہ قرآن کریم سے ثابت ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے '' الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ''(البقرة/۲۲۹)
اگلی آیت ہے:''فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ''(البقرة/۲۳۰) پہلی آیت میں طلاق رجعی اور اس کے حکم کو بیان کیا گیا ہے، جب کہ دوسری آیت میں طلاق مغلظہ اور اس کے حکم کو بیان کیا گیا ہے، ان آیات کریمہ کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ لوگ اپنی بیویوں کو بے شمار طلاقیں دے دیا کرتے تھے، اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتے تھے، پھر طلاق دیتے، پھر عدت ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتے تھے، نہ تو قاعدہ سے رکھتے تھے اور نہ ہی قاعدہ سے چھوڑتے تھے، کہ عورت دوسری جگہ شادی کر سکے۔ مقصد تھا عورتوں کو بلا وجہ ستانا اور پریشان کرنا۔

''يطلق الرجل امرأته ما شاء من الطلاق؛ فإذا كادت تحل من طلاقه راجعها ما شاء فقال رجل لإمرأته على عهد النبى صلىّ اللّٰه عليه و سلم : لا آويك و لا أدعك تحلين، فقالت: و كيف؟ قال اطلقك فإذا دنا مُضِيُّ عدّتِكِ راجعتك، فشكت المرأة ذالك إلى عائشة، فذكرت ذالك للنبى صلى اللّٰه عليه و سلم : فأنزل اللّٰه تعالىٰ هذه الاية بيانا لعدد الطلاق الذى للمرء فيه أن يرتجع دون تجديد مهر و ولى و نسخ ما كانوا عليه۔''(الجامع لاحكام القرآن ۱۲۶/۲)

قرآن کریم نے سابقہ روایت کو ختم کرتے ہوئے ایک ضابطہ دیا کہ رجعت کا حق صرف دو طلاق تک ہے، خواہ یہ دو طلاق اکٹھی دی جائے یا الگ الگ، دو طلاق تک تمہیں حق حاصل ہے کہ عدت کے اندر اندر رجعت کر کے قاعدہ سے رکھ لو یا پھر بھلے طریقہ سے چھوڑ دو کہ وہ عدت گذار کر تمہارے نکاح سے نکل جائے۔''الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ'' لیکن اگر تم نے تینوں طلاقیں دے دیں، خواہ تینوں ایک جملہ میں اور ایک مجلس میں دی اس کے بعد رجعت کا اختیار ختم ہوجائے گا۔''فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ'' علامہ ابن حزم اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد فَإِنْ طَلَّقَهَا الخ ان تینوں طلاقوں پر بھی صادق آتا ہے، جو اکٹھی ہوں اور ان پر بھی صادق آتا ہے، جو متفرق طور پر ہوں اور بغیر کسی نص کے آیت کو اکٹھی تین طلاقوں کو چھوڑ کر صرف متفرق کے ساتھ مخصوص کر دینا صحیح نہیں ہے۔

قول اللّٰه تعالىٰ:''فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَه'' فهذا بقع على الثلاث مجموعة و مفرقة و لايجوز أن يخص بهذه الاية بعض ذالك دون بعض بغير نص۔(المحلى لابن حزم:۳۹۴/۹ كتاب الطلاق)

مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دو طلاق تک شوہر کو رجعت کا حق حاصل ہے اور تین طلاق کے بعد رجعت کا حق ختم ہوجاتا ہے، خواہ یہ دو یا تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں یا وقفے وقفے کے ساتھ، اگر کسی نے ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو دو ہی واقع ہوتی ہیں، ایک نہیں، اسی طرح اگر تین طلاقیں دے دیں تو تین ہی واقع ہوں گی، ایک نہیں۔ فقط

اکٹھی تین طلاق کے نفاذ کا ثبوت حدیث نبوی ﷺ سے

کیا کوئی ایسی حدیث ہے، جس سے ثابت ہو کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین طلاق کو تین نافذ کیا ہو؟

الجـــــواب و باللہ التـــــوفیق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں عام طور پر لوگ تین طلاق کے بجائے ایک طلاق دیا کرتے تھے، لیکن اگر کوئی شخص تین طلاق دیتا تو وہ تینوں نافذ ہوجاتی تھیں، جیسا کہ امام بخاریؒ نے باب من اجاز طلاق الثـــلاث (یکبارگی تین طلاق کے نفاذ) کے تحت حضرت سہل بن سعد اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث ذکر کی ہے، حضرت سہل بن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عویمر عجلانی رضی اللہ عنہ جب لعان سے فارغ ہو گئے تو قبل اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ حکم فرماتے، حضرت عویمر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تین طلاق کو نافذ بھی فرما دیا۔''قال عويمر كذبت عليها يا رسول اللّٰه إن أمسكتها فطلقها ثلاثا قبل أن يأمره رسول اللّٰه عليه وسلم'' (صحیح البخاری:۷۹۱/۲) فطلقها ثلاث تطليقات عند رسول اللّٰه عليه و سلم فأنفذه رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه و سلم (ابو داؤد :۳۰۶/۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دیں، پھر اس عورت نے دوسرے سے نکاح کیا، دوسرے شوہر نے صحبت کیے بغیر اس کو طلاق دے دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ پہلے شوہر کے لیے یہ حلال ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تک دوسرا شوہر صحبت نہ کر لے، پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی۔ (صحیح البخاری:۷۹۱/۲) علامہ بیہقی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ میں باب امضاء الثلاث و ان کن مجموعات کے تحت ذکر کیا ہے، جس سے واضح ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں جس تین طلاق کا ذکر ہے وہ یکبارگی تین طلاق ہے، جس کو تین نافذ کیا گیا، اور بیوی کو اس شوہر کے لیے حرام قرار دیا گیا، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی جو نویں صدی کے مشہور محدث ہیں، صحیح بخاری کی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام بخاری کا استدلال کہ تین طلاق تین شمار ہوتی ہیں، اس روایت کے الفاظ ''طلقها ثلاثا'' سے ہے، کیوں کہ یہ الفاظ اس بارے میں بالکل ظاہر ہیں کہ اس شخص نے تین طلاقیں اکٹھی دی تھیں۔ (فتح الباری:۳۶۷/۹ عمدۃ القاری:۲۴۱/۱۴)

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب
پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

مورخہ ۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۵؍فروری ۲۰۱۸ء روز سوموار

افتتاحی خطاب

ہندوستانی جمہوریہ کی روایت رہی ہے کہ مختلف موقعوں سے صدر ایوان (پارلیامنٹ اور راجیہ سبھا) کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرتے ہیں، خطاب میں صدر کیا کچھ کہیں گے، یہ صدر جمہوریہ نہیں مرکزی حکومت تیار کرتی ہے۔ صدر صرف اس کو سنانے کے لیے اپنی زبان کا استعمال کرتے ہیں۔ تقریر چونکہ حکومت کے کام کاج، منصوبے اور کارگذاریوں پر مشتمل ہوتی ہے، اس لیے حکمراں جماعت کے ارکان کو میزیں تھپتھپا کر خوشی کے اظہار کا بڑا موقع ہوتا ہے، کہنا چاہئے کہ وہ میزیں نہیں تھپتھپاتے، اپنی پیٹھ تھپتھپاتے ہیں، ایسے میں صدر جمہوریہ کو اس روایتی تقریر اور اس کے مندرجات کے سلسلہ میں کسی بھی طرح مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا، ہندوستان کا صدر لامحدود اختیار رکھتے ہوئے، کارکردگی کے اعتبار سے ہمیشہ ربڑ اسٹامپ ہی سمجھا جاتا رہا ہے، اور اسے سب کچھ نہیں تو بہت کچھ مرکزی حکومت کے اشارہ پر ہی کرنا پڑتا ہے، اور اگر خوش قسمتی سے وہ اسی سیاسی پارٹی کا کیڈر رہو، جس کی مرکز میں حکومت ہے تو اس کے پاس کہنے کے لیے اپنا کچھ نہیں ہوتا ہے۔

اس بار بھی حسب روایت صدر جمہوریہ رام ناتھ کووند نے پارلیامنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کیا اور مرکزی حکومت کے کاموں کی تعریف کے خوب پل باندھے، انہوں نے ریاست اور مرکز کے انتخابات ایک ساتھ کرنے کی مضبوط وکالت کی اور سیاسی جماعتوں کو مشورہ دیا کہ اس معاملہ میں اتفاق رائے پیدا کیا جانا چاہئے۔ انہوں نے مسلم خواتین کو انصاف دلانے کے نام پر طلاق مخالف بل کی بھی مضبوط وکالت کی اور امید ظاہر کی کہ اس قانون سے مسلم خواتین کو مضبوطی ملے گی اور ان کے ساتھ انصاف ہو سکے گا۔ انہوں نے ۲۰۱۹ء تک سوچھ بھارت بنانے کے عہد کو دہرایا اور واضح کیا کہ حکومت بغیر کسی بھید بھاؤ کے اقلیتوں کے لیے کام کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نوے ہزار ہندوستانیوں کو غیر ملک سے حکومت واپس لائی ہے، جس کی وجہ سے دنیا کے کسی بھی کونے میں مقیم ہندوستانیوں کو یقین ہو چلا ہے کہ وہ کہیں بھی مشکل میں پھنسیں گے تو حکومت انہیں واپس لائے گی۔

صدر جمہوریہ کے پورے خطاب کا تجزیہ کریں تو معلوم ہوگا کہ اس میں کچھ بھی نیا نہیں ہے، وزیر اعظم نریندر مودی مختلف اجتماعات اور انٹرویو میں جو کہتے رہے ہیں، بس انہیں اخباری تراشوں کو سامنے رکھ کر صدر کی تقریر تیار کر دی گئی ہے، اسی لیے حزب مخالف کا رویہ اس خطاب کے دوران تعریف وستائش کا نہیں رہا، بلکہ بجٹ اجلاس کے مختصر رکھے جانے کی وجہ سے ان کا احساس ہے کہ مسائل اور موضوعات پر کھل کر بحث نہیں ہو پائیگی، اور حکومت من مانے انداز میں بجٹ پاس کرا لے گی اور حزب مخالف میں بیٹھے لوگوں کی ترمیمات ردی کی ٹوکری میں ڈال دی جائیں گی۔

اس پورے خطبے میں صدر نے ملک کے موجودہ حالات، معاشی بحران، مہنگائی، ہجومی تشدد، سرحدوں پر دخل اندازی جیسے حساس مسائل پر گفتگو نہیں کی، حالانکہ ایک ساتھ انتخاب، تین طلاق وغیرہ کا مسئلہ اس ملک کا اصل مسئلہ نہیں ہے، اصل مسئلہ بیروزگاری، مہنگائی، بھوکمری، عدالتوں کے معاملات تک میں اڑچنیں پیدا کرنا وغیرہ ہیں۔ مرکزی حکومت کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ غیر ضروری معاملات کو اس قدر ہائی لائٹ کرو کہ ضروری مسائل سے عوام کی توجہ ہٹی رہے، یہ شتر مرغ کے ریت میں سر چھپا کر یہ سمجھنے کی طرح ہے کہ کوئی دوسرا نہیں دیکھ رہا ہے، عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹانے کی یہ کوشش ملکی مفاد میں نہیں ہے۔ جہاں تک ایک ساتھ مرکزی اور ریاستی انتخابات کرانے کی تجویز ہے، اس سے انتظامی حیثیت سے سہولت ہو سکتی ہے، لیکن ریاستوں کو درپیش اہم مسائل سے انتخابات میں توجہ ہٹانے کا ایک ذریعہ ہوگا جس سے وفاقی حکومت کی ریاستیں کمزور پڑ جائیں گی۔

تین طلاق کے مسئلہ میں پورے ہندوستان میں مسلم خواتین کے جو احتجاج اور مظاہرے کی خبریں آرہی ہیں، ان سے یہ بات صاف اور واضح ہوگئی ہے کہ یہ بل شریعت کے خلاف ہے اور ملکی دستور کی بنیادی دفعات سے ٹکرا رہا ہے۔ یہ بل مسلمان خاندانوں کو توڑ کر رکھنے اور انہیں غربت وافلاس کے ساتھ زندگی گذارنے پر مجبور کرنے کا ایک طریقہ ہے، اس بل کی وجہ سے مسلمانوں کو ہراساں اور پریشان کرنے کا حکومت کو نیا ہتھیار مل جائے گا۔

جہاں تک سوچھ بھارت کا تعلق ہے، یہ گذشتہ کئی سالوں میں ہندوستان کو سوچھ نہیں بنا سکا، سوچھتا صفائی ستھرائی کے بھاشنوں سے نہیں عمل سے پیدا ہوگی، اور عمل اس معاملہ میں ندارد ہے۔ دیہاتوں کا ذکر چھوڑیئے شہروں میں بھی جہاں جہاں نگر نگم، میونسپلٹیاں اور کارپوریشن کام کر رہے ہیں، وہاں بھی گندگیوں کے ڈھیر سے آپ کو گذرنا پڑتا ہے، گنگا کی صفائی کے لیے نمامی گنگے کے نام سے سرکار نے ابتدائی دنوں میں ہی عظیم الشان منصوبہ بنایا، اس کے لیے ایک علاحدہ وزارت بھی قائم ہوگئی، کروڑوں روپئے اس پر ہر سال خرچ بھی ہو رہے ہیں، مگر گنگا دن بدن اور بھی میلی ہوتی چلی جا رہی ہے، اور حکومت کے سارے پاپ اس میں دھل رہے ہیں، ایک مزاحیہ شاعر نے بڑی اچھی بات لکھی ہے کہ اس تحریک کی علامت گاندھی جی کے چشمہ کے جس طرف بھارت لکھا ہے، ادھر سوچھ نہیں ہے اور جدھر سوچھ لکھا ہے، ادھر بھارت نہیں ہے۔ مجموعی طور پر صدر جمہوریہ کی یہ تقریر عام لوگوں کو متاثر نہیں کرتی اور ان کے مسائل کو پس پشت ڈالتی ہے، اس لیے عام لوگوں کو اس تقریر سے مایوسی ہی ہاتھ لگی ہے۔

بجٹ ۲۰۱۹_۲۰۱۸

مرکزی حکومت کے وزیر خزانہ ارون جیٹلی کے بجٹ بکس سے جو کچھ باہر نکلا، اس سے متوسط خاندانوں کو مایوسی ہاتھ لگی ہے۔ انکم ٹیکس شرح میں تبدیلی اور ٹیکس سلیب میں ترمیم کی امیدیں دم توڑ گئی ہیں۔ نئے بجٹ سے موبائل فون، ٹیلی ویزن، جوس، پرفیوم، امپورٹیڈ گاڑیاں، ٹرک اور بسوں کے ٹائر، آرٹیفیشیل جویلری، گھڑیاں، زیتون، بچوں کے کھلونے، سوتی کپڑے، جوتا بنانے کے سامان، ہیرے جواہرات، موم بتی، پتنگ، چشمے کے شیشے، سگریٹ لائٹر، مونگ پھلی، سورج مکھی کے کچے تیل وغیرہ کی قیمتیں بڑھیں گی، جب کہ پی او سی مشینیں، ایل این جی، فنگر اسکینر، مائکرو وائے ٹی ایم، سولر بیٹری، ملک میں تیار ہیرے، سولر ٹیمپرڈ شیشے، خام مال، ایلسس سیریز، آرئس اسکینر، سولر پینل، کاجو، پری پیڈ لیدر، سلور وفوائل وغیرہ کی قیمتیں گھٹیں گی، جب کہ ای ٹکٹ پر سروس ٹیکس بھی کم ہوگا۔ دونوں فہرست کا موازنہ کریں تو معلوم ہوگا کہ جو چیزیں سستی ہوں گی ان میں سے چند ایک کو چھوڑ کر سبھی مالداروں کے لیے ہیں، غریب لوگوں نے تو ان چیزوں کا نام بھی کبھی نہیں سنا ہوگا، اور اگر سنا بھی ہوگا تو ان کی حقیقت وصورت اور کام کا پتہ انہیں نہیں ہوگا۔ البتہ جو چیزیں مہنگی ہوں گی، ان میں سے بیشتر کا تعلق عوام کے استعمال سے ہے اور ان کے مہنگے ہونے سے غریبوں کی زندگی پر اس کے اثرات پڑیں گے، اس طرح دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اس بجٹ میں **''کسانوں پر کرم''**، **''غریبوں کے لیے خوش کن بجٹ''** اور **''گاؤں کو سوغات''** جیسی جو باتیں کہی جا رہی ہیں، ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ آئندہ خریف فصلوں میں غلہ کی قیمت لاگت سے ڈیڑھ گنی کرنے، اُجّولا یوجنا کے تحت مفت گیس کنیکشن آٹھ کروڑ کرنے اور دس کروڑ خاندانوں کو فی خاندان پانچ لاکھ روپئے سالانہ میڈیکل کور دینے، کسانوں کو آئندہ سال گیارہ لاکھ کروڑ روپئے کی قرض فراہمی، اکاون لاکھ مکانات کی تعمیر، وغیرہ کا اعلان اچھا اور خوش کن ہے، لیکن اس پر عمل کس قدر ہو پائے گا، کہنا مشکل ہے، اس لیے کہ بجٹ میں خسارے کی بھرپائی کی مضبوط اسکیم اور منصوبوں کا اعلان نہیں کیا گیا ہے، اقلیتی امور کے بجٹ میں پانچ سو کروڑ روپئے کا اضافہ کیا گیا ہے، جو گذشتہ سال کے بجٹ کے مقابلہ میں بارہ فیصد زیادہ ہے، اس طرح اب یہ بجٹ سینتالیس سو کروڑ روپئے کا ہو گیا ہے، ضرورت اس رقم کو اقلیتوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کی ہے، جو عموماً کم ہی ہوا کرتا ہے۔

گذشتہ سال سے مودی حکومت نے ریلوے بجٹ کو بھی عام بجٹ کا حصہ بنا دیا ہے، امسال بھی یہ بجٹ عام بجٹ کے ساتھ پیش ہوا، اس فیصلہ سے محکمہ ریلوے کی اہمیت کم ہوتی ہے، ۴۸ء۱ لاکھ کروڑ روپئے ریلوے کو دیے گئے ہیں، مسافروں پر نوازش یہ کی گئی ہے کہ ریلوے کرایہ میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے اور کئی اہم اعلانات کیے گئے ہیں، جن سے ریلوے ملازمین کو فائدہ پہونچتا نظر نہیں آتا۔ سب سے زیادہ ان دیکھی محکمۂ دفاع کی کی گئی ہے، جس کے بجٹ میں صرف ۸۱ء۷ فیصد کا اضافہ کیا گیا ہے، جو ۱۹۶۲ء کے مقابلہ میں بھی کم ہے، حالانکہ سرحد پر جس طرح کے معاملات پیش آرہے ہیں اور جس طرح بار بار سرجیکل اسٹرائک کی ضرورت پڑ رہی ہے، اس کے پیش نظر دفاع کے بجٹ میں اچھے خاصے اضافے کی ضرورت تھی۔

الغرض اس بجٹ نے جس طرح عام لوگوں کو مایوس کیا ہے، اس کے پیش نظر وزیر اعظم من موہن سنگھ کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ یہ بجٹ نہ تو انتخابی ہے اور نہ سیاسی، ۲۰۲۲ء تک کسانوں کی آمدنی دوگنی کرنے کا سرکار کا وعدہ بھی بس ہوائی وعدہ ہی ہے۔ اس بجٹ کے ذریعہ جس روشن شبیہ کو دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، دیکھنا یہ ہے کہ کیا عملی طور پر بھی وہی صورت سامنے آپاتی ہے یا نہیں۔

کاس گنج فساد

آر ایس ایس، بی جے پی اور دیگر فرقہ پرست طاقتیں پہلے یہ الزام لگاتی تھیں کہ مسلمان یوم جمہوریہ اور یوم آزادی جیسے اہم دن کا احترام نہیں کرتے اور تقریبات کے انعقاد میں دلچسپی نہیں لیتے، یہ معاملہ اس قدر بڑھا کہ یوگی حکومت نے اتر پردیش کے مدارس اسلامیہ میں پرچم کشائی کی تقریب کی ویڈیو گرافی کرا کر حکومت کے پاس بھیجنے کو ضروری قرار دیا، مسلمانوں نے اس کی پابندی شروع کی تو معلوم ہوا کہ مسلمان ان تقریبات کے انعقاد میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں، اور ان کا جوش وخروش فرقہ پرست طاقتوں کے مقابلہ میں اس موقع سے کچھ زیادہ ہی نظر آرہا ہے، تو ان کے منصوبوں پر اوس پڑ گئی اور بوکھلاہٹ میں انہوں نے دوسرے حربے استعمال کرنے شروع کر دیے۔

کاس گنج کے فساد کا سچ یہی ہے کہ اقلیتی فرقہ کے لوگ پرچم کشائی کی تقریب میں حصہ لے رہے تھے، اور پروگرام چل رہا تھا کہ آر ایس ایس اور اے بی وی پی (اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد) کے لوگ وہاں رخنہ ڈال کر بھگوا جھنڈا لہرانا چاہتے تھے اور وہ لوگ اشتعال انگیز نعرے لگا رہے تھے، بات بڑھی، گولی چلی، چندن گپتا نامی ایک شخص کی موت ہوگئی، انتم کریا کرم کے نام سے جلوس نکال کر اقلیتی فرقہ کی دوکانوں اور گاڑیوں کو آگ کے حوالہ کر دیا گیا، دونوں طرف کے اب تک دو سو سے زیادہ لوگ گرفتار ہو چکے ہیں، کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی زیادہ گرفتاریاں مسلمانوں کی ہی ہوئی ہیں، بزرگوں تک کو نہیں بخشا گیا ہے، اور گھروں کے دروازے توڑ توڑ کر پولیس نے بے قصور مسلمان مردوں کو گرفتار کیا ہے۔ سات افراد کے خلاف نامزد مقدمہ درج کرایا گیا ہے۔

سابق آئی پی ایس سنجیو بھٹ کا کہنا ہے کہ یہ فرقہ وارانہ فساد کا آغاز ہے، اور یہ ہندو ووٹروں کو اپنے حق میں کرنے کے لیے ۲۰۱۹ء تک جاری رہے گا، ٹھیک اسی طرح جس طرح ۲۰۱۴ء کے انتخاب کے موقع سے مظفر نگر فسادات کرائے گئے تھے۔ سنجیو بھٹ کو ۲۰۰۲ء کے گجرات فساد کے بعد حق گوئی کی پاداش میں برخواست کر دیا گیا تھا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ فسادات کو روکنے اور رواداری کے فروغ کی جتنی کوششیں ممکن ہیں، کرتے رہنا چاہئے، اسلام کے پیام انسانیت کی مہم کو گھر گھر لے جانا چاہئے، بقیہ مقدرات اٹل ہیں، بندہ صرف کوشش کا پابند ہے، کیوں کہ وہ مقدرات کے یقینی اور اٹل فیصلے سے واقف نہیں ہے۔

یادوں کے چراغ

ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ ضیارحمانی

: ایڈیٹر کے قلم سے

میرے بڑے بھائی نیز میرے لڑکا محمد نظر الہدیٰ قاسمی اور لڑکی رضیہ عشرت کے چچا اور خسر محترم ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ ضیاء رحمانی کا ۲۸/جنوری ۲۰۱۸ء بروز اتوار ساڑھے بارہ بجے دن انتقال ہوگیا، انہوں نے روزانہ کے معمول کے مطابق فجر کی نماز پڑھائی، اشراق پڑھ کر مسجد سے نکلے، دس بجے صبح میں روز کی طرح اسکول گیے، گیارہ بجے تک انہوں نے کلاس لیا، اسکول پر ہی دل کا سخت دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا، کوئی ساڑھے بارہ بجے پرساد ہوسپٹل مریم پورہ مظفر پور کے ڈاکٹروں نے ''سوری'' کہہ کر ان کی دنیاوی زندگی کے اختتام کا اعلان کر دیا، جس نے سنا حیرت میں ڈوب گیا، بعضوں کو تو یقین ہی نہیں آرہا تھا، چیخ وپکار اور رونے والوں میں ان کے اہل خانہ ہی نہیں، اسکول کے اساتذہ اور اعیان و متعلقین کی بھی بڑی تعداد تھی، جو ہزاروں میں پہونچ رہی تھی۔ ۲۹/جنوری ۲۰۱۸ء کو ساڑھے تین بجے شام میں عصر کے قبل جنازہ کی نماز ہوئی، ان کے صاحب زادہ میں لائق فائق مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری ہیں، وہ بھی حیدر آباد سے آگیے تھے، لیکن میرے اصرار پر بھی وہ جنازہ پڑھانے پر آمادہ نہیں ہوئے تو بالآخر ٹوٹے ہوئے دل سے مجھے ہی یہ کام کرنا پڑا، جنازہ سے قبل عزیزم مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی نے چند کلمات کہے بعد نماز ظہر مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ اور مولانا محمد انوار اللہ فلک صاحب بانی وناظم ادارہ سبیل الشریعہ آواپور شاہ پور سیتامڑھی نے تعزیتی موضوعات پر تفصیلی خطاب کیا، جس سے غمزدہ لوگوں کو تھوڑی دھارس بندھی، مولانا صوفی مختار الحق صاحب استاذ دار ارقم حاجی پور کی رقت آمیز دعا پر یہ تعزیتی مجلس اختتام پذیر ہوئی، اور تدفین مقامی قبرستان میں دادا دادی کی قبر کے قریب جانب مشرق ہوئی، اس آخری دیدار میں ویشالی ضلع کے مدارس واسکول کے ذمہ دار، اساتذہ ویشالی ضلع میں اردو تحریک کے روح رواں، علماء صلحاء، صوفیا، دانشوران، امارت شرعیہ کے ذمہ دار اور کارکنان نے شرکت کی فجزاھم اللہ خیرا کثیرا.

بھیا ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ ضیا بن ماسٹر محمد نور الہدیٰ (م۔ اگست ۲۰۱۷ء) بن محمد علی حسن (م ۲۵/اکتوبر ۱۹۶۶ء) بن محمد سخاوت حسین بن رجب علی ہم سب بھائیوں میں بڑے تھے، اسناد کے اعتبار سے وہ مجھ سے چھوٹے اور حقیقت میں مجھ سے دو سال بڑے تھے، ہم دونوں بھائیوں نے ابتدائی تعلیم کے مراحل گھر پر ہی طے کیے، میری استانی پھوپھی راشدہ خاتون تھیں اور بھیا کے استاذ چھوٹے ابا محمد نجم الہدیٰ نجم تھے، دونوں اپنے گھوڑوں کو ایک دوسرے سے آگے بڑھانا چاہتے تھے اور اس تصوراتی تیز رفتاری کا ساتھ نہ دینے پر ہم لوگوں کی شامت بھی آتی رہتی تھی، بھیا کی کم اور میری زیادہ، گھر سے نکل کر ہم دونوں بھائی مڈل اسکول بکساما میں داخل ہوئے، وہ مجھ سے ایک درجہ اوپر تھے، بعد میں میری لائن چینج ہوئی اور میرا رخ مدرسہ کی طرف ہوگیا، بھیا وہیں پڑھتے رہے، اس زمانہ میں مڈل اسکول ساتواں تک ہوتا تھا اور اس کا بورڈ امتحان بھی ہوا کرتا تھا، ساتویں پاس کرنے کے بعد وہ آدرش ہائی اسکول سرائے ضلع ویشالی میں داخل ہوگیے، جہاں والد صاحب ان دنوں انگریزی اور تاریخ کے استاذ ہوا کرتے تھے، میٹرک کا امتحان یہیں سے پاس کرنے کے بعد چھمی نارائن کالج بھگوان پور ضلع ویشالی سے آگیے، آئی اے نرسونارائن کالج سنگھاڑا ویشالی سے بی اے آنرس اور بہار یونیورسٹی مظفر پور سے ام اے، اردو، فارسی اور تاریخ میں کیا، ہندی ودیا بیٹھ دیوگھر سے ساہتیہ بھوشن، ساہتیہ النکار، اور جامعہ اردو علی گڈھ ادیب ماہر اور ادیب کامل کی سند بھی ان کے پاس تھی، پرائمری ٹیچرس ٹریننگ سورہتھا بیلسر سے انہوں نے بی ٹی کیا، پی ایچ ڈی کے لیے ''اردو نثر میں علماء بہار کی خدمات ۱۹۸۷ء تا حال پر پروفیسر متین احمد صبا صدر شعبہ فارسی بہار یونیورسٹی کی نگرانی میں مقالہ لکھا تھا، لیکن نگراں کی وفات کے بعد پی اچ ڈی کی سند کے لئے مقالہ تعطل کا شکار رہا، اور پھر بھیا کی دلچسپی اس کام سے باقی نہیں رہی، انہوں نے دس سے زائد ریفشیر کو اس میں شرکت کی اور مضبوط حصہ داری نبھائی، ۲۰۰۴ء میں حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔

شادی ۲۵/جون ۱۹۷۶ء کو شمیمہ خاتون بنت عبد الرشید مرحوم بن عبد الستار مرحوم سے اس وقت کے اعتبار سے مروجہ مہر پندرہ سو روپے پر ہوئی تھی، اللہ نے اس رشتہ میں بڑی برکت عطا کی، گھر بھی مثالی رہا اور اللہ نے سات لڑکے اور چار لڑکیوں سے نوازا تین لڑکے الحمد للہ عالم باعمل ہیں، جن میں ان کے بڑے صاحب زادہ مولانا محمد سراج الہدیٰ ندوی ازہری کا علمی دنیا میں ایک مقام ہے، پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ گیارہ بچے بچیاں ہیں۔

تدریسی زندگی کا آغاز ۱۷/اگست ۱۹۸۱ء بروز سوموار اردو پرائمری اسکول سرمست پور انچل مہنار ضلع ویشالی سے کیا، پوری مدت ملازمت میں ان کا تبادلہ پاتے پور بلاک کے دو، ویشالی اور گرول کے ایک اسکول میں ہوا، انتقال تک وہ اردو مڈل اسکول محمد پور سلھٹی گرول بلاک میں تھے، جو ہمارے آبائی گاؤں حسن پور سلھٹی، بکساما ویشالی سے پورب ایک کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے، سبکدوشی میں ابھی دو سال باقی تھے کہ اللہ نے حیات مستعار سے سبکدوشی کا فیصلہ کر دیا، للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ وکل شئی عندہ لاجل مسمیٰ

بھیا اور ہم ساتھ چلے، پڑھے، کھیلے کودے، لیکن مجھے یاد نہیں کہ کسی موقع پر محبت واخوت کے رشتہ پر آنچ آئی ہو، یا دل کے شیشے پر بال پڑا ہو، وہ مرنجا مرنج انسان تھے، حسد، کینہ، بغض ونفرت سے کوسوں دور تھے، کسی بھائی کی کوئی ترقی ہوتی یا کوئی جائداد حاصل کرتا تو اس طرح خوش ہوتے جیسے یہ چیز خود انہوں نے حاصل کی ہو، دیکھنے کے لیے سفر کرتے، خوشی کے اظہار کے جتنے طریقے انہیں معلوم تھے سب کا استعمال کر ڈالتے، لوگوں سے ملتے وقت لب پر مسکراہٹ ہوتی جس سے ملنے والا ان سے قریب تر ہو جاتا، رخصت کرتے وقت سواری تک چڑھانے ضرور جاتے، مزاج میں انفعالیت تھی اس لیے کسی واقعہ سے جلد متاثر ہوتے، رقیق القلب تھے اس لیے آنکھوں سے جلد برسات ہونے لگتی اپنی دعاؤں میں اس سے خوب کام لیتے اور فرماتے میرے سارے کام دعاؤں ہی سے ہوتے ہیں، رمضان کا اعتکاف، شش عید، محرم عرفہ اور شب برات کے نفل روزے خاص اہتمام سے رکھتے، قرآن کریم کی تلاوت کا معمول روز کا تھا، (بقیہ صفحہ ۱۱/پر)

حضرت مولانا علی میاںؒ کی دعوت کے چند اہم پہلو

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ کو مختلف ملاقاتوں، تقریروں اور کتابوں سے جو میں نے جانا، سمجھا اور دیکھا ہے اس میں وہ ایک بڑے داعی اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے ہمارے سامنے آتے ہیں، ان کی خلوت وجلوت، ان کی نشست وبرخواست، مجلسی گفتگو اور ان کی ہر ادا میں یہ رنگ اتنا نمایاں اور واضح تھا کہ عامی سے عامی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا، انھوں نے اپنی پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ، احیاء سنت اور دین کو غالب کرنے کی ان تھک جدوجہد میں لگا دیا، دور دراز کے اسفار، اندرون ملک مختلف تنظیموں کے قیام، اس کے استحکام اور توسیع کے لیے جدوجہد کے پیچھے حضرت مولاناؒ کا یہ ذہن ہمیشہ کام کر رہا ہوتا تھا، وہ ہر مجلس میں خواہ وہ کسی عنوان پر منعقد کی گئی ہو، اسلامی تعلیم، اس کے افکار اور نظریات کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے موقع نکال لیتے تھے، پیام انسانیت کا اجلاس ہو یا مدراس دینیہ کے معمول کا جلسہ، جمعیت شباب اسلام کا تربیتی کیمپ ہو یا مشرق ومغرب میں مختلف عنوانات پر منعقد ہونے والے سمینار، سمپوزیم، کانفرنس، استقبالیہ جلسے، سب میں حضرت کا یہ رنگ غالب رہتا اور خلوص سے کہی گئی بات دل میں اتر جاتی، قلب کو گرماتی، روح کو تڑپاتی، اور ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیتی۔ منکرین، اسلام کے مداح اور عاشقان وشیدایان اسلام عمل کی تحریک لے کر مجلس سے اٹھتے، علوم وفنون کے شیدائی رموز ونکات پر سر دھنتے اور حضرت مولانا کی علمی عبقریت وعظمت کو سلام کرتے۔

حضرت مولاناؒ کی اس داعیانہ جدوجہد میں ان کے اسلوب خطابت کو بھی بڑا دخل تھا، ان کی تقریر میں عام واعظ اور خطیب کی طرح گھن گرج نہیں ہوتی تھی، میں نے جب سے انھیں سنا، اس میں جذباتیت اور جوش وخروش کا دخل کم تھا؛ لیکن لہجہ کا اتار چڑھاؤ، الفاظ کا دروبست، تفہیم کا ملکہ اور انداز بیان میں ایک ایسا تموج اور بھی بھی زیریں لہریں ہوتیں جو سامع کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیتیں اور سحر کا سماں بندھ جاتا، میں نے حضرت مولاناؒ کی طویل اور مختصر تقریریں جو سنی ہیں، ان میں یہ سماں شروع سے آخر تک باقی رہتا، حضرت مولانا قرآنی آیات، احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، شعراء کے اشعار، (خصوصاً علامہ اقبالؒ) تاریخ کے حوالے، تقریر کے منظر اور پس منظر پر اس ترتیب سے گفتگو کرتے کہ موضوع کا حق ادا ہو جاتا اور تشنگی باقی نہیں رہتی۔

یہی حال حضرت مولاناؒ کی تحریروں کا ہے، حضرت مولاناؒ کی تحریروں کا جنھوں نے بہ نظر غائر مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ مولانا کی تحریر میں ترسیل کی بے پناہ قوت ہے، وہ الفاظ کے پاور کو سمجھتے ہیں اور برمحل اور صحیح مصرف لیتے ہیں، موضوع خواہ کوئی بھی ہو، عبارت میں روانی، برجستگی، مواد کی فراوانی ہوتی ہے، حضرت مولاناؒ کی تحریر کا یہ رنگ سیرت سید احمد شہید، تاریخ دعوت وعزیمت، پرانے چراغ، اور کاروان زندگی میں پوری طرح نمایاں ہے، دوسری کتابوں میں بھی یہ رنگ پایا جاتا ہے، البتہ موضوع کے اعتبار سے ان میں کمی بیشی کی بات کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولاناؒ کی دعوت کے موضوعات کو سمیٹا جائے تو وہ صرف اسلام کی دعوت تھی، وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ دین کا پودا جن قلوب میں لگانا ہے وہ محبت کے پانی سے سیراب ہو کر ہی تناور بن سکتا ہے، اسی لیے انھوں نے دعوت کے کام کو مناظرانہ انداز سے دور رکھا، اس زمانہ میں بھی جب ان کے بعض رفقاء ہندوستان گیر پیمانہ پر دین کی دعوت کے لیے مناظرانہ انداز کی جدوجہد کو اہم اور ضروری سمجھتے تھے اور اس کام کے لیے ہر وقت کمر بستہ رہتے تھے، حضرت مولاناؒ نے اس انداز کو پسند نہیں کیا، وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ مناظرہ کی بنیاد عداوت ونفرت، ایک دوسرے کے عقائد سے دوری، بے جا ضد، وہٹ دھرمی چلتی ہوئی باتیں اور حاضر جوابی پر ہوتی ہے اور جب دل میں کدورت ونفرت ہو تو اس پر ایمان واخلاص کے پودوں کا جڑ پکڑنا اور اس کا مثبت اور تعمیری انداز میں تناور درخت بننا انتہائی دشوار ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ علماء حق میں سے کئی نے اپنی بعد کی زندگی میں اس جدوجہد سے کنارہ کشی اختیار کی اور دعوت کے اس مثبت انداز کو ہی مفید بتایا جس پر حضرت مولاناؒ پہلے ہی سے عامل تھے۔

حضرت مولاناؒ کی دعوت کے موضوعات کو تھوڑا اور پھیلائیں تو اس میں مسلمانوں کے لیے خاص طور پر استقامت دین کے پیغام کو پہلے نمبر پر رکھا جا سکتا ہے ''قل ربی اللہ ثم استقم'' حضرت مولاناؒ کی دعوت کا خاص موضوع تھا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب شعبان ۱۴۱۲ھ میں مسلم پرسنل لاء بورڈ کے زیر اہتمام اصلاح معاشرہ کانفرنس پٹنہ میں منعقد ہوا تھا، اس موقع سے حضرت نے میرے آٹوگراف بک پر جو نصیحت لکھی تھی وہ قرآن کی یہی آیت تھی، حضرت مولاناؒ پر یہ موضوع اس قدر حاوی تھا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ کے کلکتہ اجلاس عام اور دوسری تقریروں میں بڑی شرح وبسط سے اس موضوع پر کلام کیا اور مسلمانوں کو جھنجھوڑا کہ ہمیں اس ملک میں دین اسلام کے ساتھ رہنا ہے اور فرائض وواجبات تو بڑی چیز ہیں، سنن ونوافل، آداب ومستحبات تک سے ہمارے دستبردار ہونے کا سوال نہیں پیدا ہوتا، یہی پیغام حضرت مولاناؒ نے دار العلوم دیوبند کے صد سالہ اجلاس میں لاکھوں مسلمانوں کے سامنے دیا، یہ تقریر چھپ چکی ہے اور وہ لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکتے ہیں جو اس بڑے مجمع میں موجود نہیں تھے۔

حضرت مولاناؒ اپنی دینی دعوت میں مسلمانوں کی غیرت وحمیت کو بھی للکارتے، اور انھیں عمل پر آمادہ کرنے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ تاریخی جملہ بار بار دہراتے جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ارتداد کے طوفان کو روکنے کی جدوجہد میں کہا تھا ''اینقص الدین وانا حی'' یہ بات امراء سلاطین اور صاحب جاہ ومنصب لوگوں کے سامنے بھی کہتے اور علماء وذمہ داران مدارس کے سامنے بھی، پھر اسے تاریخی واقعات سے مزین کرتے اور فرماتے کہ اس باغیرت جملے نے تاریخ کا رخ موڑ دیا (بقیہ صفحہ ۱۱/پر)

اسلام کا معاشی انقلاب

مولانا محمد اللہ قاسمی، دارالعلوم دیوبند

اسلام روحانیت اور مادیت دونوں کا سنگم ہے۔ اسلام نے مادہ سے احتراز کی تاکید نہیں کی ہے کہ انسان جوگ اور رہبانیت اختیار کرلے جیسا کہ ہندوازم، بدھ ازم اور عیسائیت وغیرہ میں ہوا، اور نہ انسانی معاشرہ کو مکمل طور پر مادیت کے حوالہ کیا گیا کہ انسان اپنی مادی خواہشات کے سامنے اپنی روحانی تقاضوں سے غافل ہوکر اپنی دنیا اور آخرت دونوں خراب کرلے، جیسا کہ آج کل مغرب کے ساتھ ہورہا ہے۔ اسلام نے انسان کی دنیوی زندگی فلاح وترقی میں مادیت کے کردار کو نہ صرف تسلیم کیا ہے؛ بلکہ اسلامی نظام میں مادیت کو نہایت اعتدال وتوازن کے ساتھ جگہ بھی دی ہے۔ اسلام نے کسبِ حلال کو اہم ترین فریضہ قرار دیا ہے اور تجارت، زراعت، صنعت اور ملازمت وغیرہ کے ذریعہ اپنی روزی خود کمانے کی تاکید کی ہے۔ اسلامی معاشی پالیسی کا یہ بنیادی اصول بیان کیا گیا ہے کہ دولت کی گردش پورے معاشرے میں عام ہونی چاہیے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ مال صرف مال داروں میں ہی گھومتا رہے، مال دار کا مال دن بدن بڑھتا رہے اور غریب روز بروز کنگال ہوتا جائے۔ معاش کے سلسلے میں جو چیز سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے وہ سرمایہ کی گردش ہے۔ سرمایہ کی گردش اگر اس طرح ہو کہ وہ ہر طبقہ کے لوگوں تک پہنچتا رہے تو سب لوگ خوش حال ہوں گے اور اگر وہ صرف چند لوگوں کے درمیان گھومے تو خوش حالی بھی چند لوگوں کے حصے میں آئے گی اور بقیہ لوگ بدحالی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں گے۔ سرمایہ کی گردش معاشرہ کے جتنے زیادہ افراد کے درمیان ہوگی، اتنی ہی زیادہ اس کی قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔ اسلام نے ایسا معاشی نظام برپا کیا کہ دولت پر بااثر لوگوں کی اجارہ داری قائم نہ رہے اور دولت کا بہاؤ امیروں کے ساتھ ساتھ غریبوں کی طرف بھی رہے: كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ (سورۃ الحشر، آیت ۷)

اسلام کی معاشی پالیسی: اسلام افراد معاشرہ کے درمیان معاشی مساوات پیدا کرنا چاہتا ہے، معاشی مساوات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک شخص کے پاس جتنی دولت ہو اتنی ہی دولت دوسرے کے پاس بھی ہو؛ کیوں کہ ایسی مساوات غیر فطری بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی۔ معاشرے کے ہر فرد کے پاس یکساں مال و دولت ہو ایسا ممکن نہیں ہے۔ ذہنی صلاحیت میں کمی بیشی کے لحاظ سے مختلف افراد کے درمیان فرق ضروری ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس کے بغیر حقیقی معنوں میں کوئی مؤثر تمدنی نظام قائم نہیں ہوسکتا ہے؛ مگر دو انسانوں کے درمیان یہ فرق کا تناسب لامحدود نہیں ہونا چاہیے اور عہدہ کے اعتبار سے اعزازات، رعایتوں اور فضول رسمی تحفظات کے چونچلے ختم کردینے چاہئیں۔ اسلام جس مساوات کو چاہتا ہے، وہ یہ ہے کہ معاشرہ کے تمام افراد کو یکساں مواقع حاصل ہوں اور مال و دولت کی کمی بیشی کے ساتھ ساتھ افراد معاشرہ کے معیارِ زندگی اور مظاہرِ معیشت میں زیادہ فرق نہ ہو۔ اسلام نے وہ تمام فرق جو محض عہدہ اور حیثیت کی بنا پر قائم کیے جاتے ہیں، ان کو مٹا دیا اور صرف نام نہاد مساوات کی جگہ حقیقی تمدنی مساوات اور معاشی انصاف قائم کیا ہے۔

معاشرہ میں سرمایہ کی صحیح گردش کا دوسرا میدان کاروبار اور تجارتی لین دین ہے جو عام لوگوں کے درمیان قائم ہوتا ہے۔ معاصر دنیا میں اس سلسلے میں دو نظریے پائے جاتے ہیں: ”ایک قومی ملکیت کا نظریہ“ اور دوسرے بے قید ملکیت یا بالفاظ دیگر ”سرمایہ داری کا نظریہ“۔ قومی ملکیت کے نظریہ کے تحت اسٹیٹ کے تمام کاروبار کو قومی ملکیت بنا کر قومی ملکیت میں دے دیے جاتے ہیں اور لوگ اپنی اپنی وسعت کے لحاظ سے کام کرتے ہیں اور پھر اس قومی ملکیت سے اپنا حصہ پاتے ہیں۔ قومی ملکیت کا نظام سوویت روس میں بزور اور بہت جوش و جذبہ کے ساتھ نافذ کیا گیا؛ لیکن غیر فطری ہونے کی وجہ سے ناکام ہوگیا۔ دوسری طرف ”سرمایہ دارانہ نظام“ میں ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ بے روک ٹوک اپنی آمدنی مسلسل بڑھاتا چلا جائے۔ اس پر نہ اخلاقی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے مال میں غریبوں کو کچھ دے اور نہ اس پر ایسی کوئی پابندی ہوتی ہے کہ وہ غریبوں کا مال سودی اور ناجائز ذرائع سے حاصل کرنے سے گریز کرے۔ سرمادارانہ نظام میں اصل مقصود حصولِ زر ہوتا ہے، اس میں رحم دلی، حاجت برآری اور غریب پروری کا کوئی خانہ نہیں ہے۔ اس بے قید نظامِ معیشت کا خاصہ یہ ہے کہ جب یہ اپنی انتہا کو پہنچتا ہے تو دولت ہر طرف سے کھنچ کھنچ کر صرف چند مٹھیوں میں جمع ہوجاتی ہے اور کاروبار پر ان کی اجارہ داری قائم ہوجاتی ہے اور عوام کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ ان مٹھی بھر سرمایہ داروں کی ملازمت کریں یا ان کے ایجنٹ بن کر ان کے کاروبار کو فروغ دیں۔ مغرب کے سرمایہ دارانہ نظام نے دولت کا توازن ختم کردیا ہے۔ اسلامی نظام میں معاشرے میں دولت کی گردش بیع وشراء اور جائز تبادلہ پر مبنی تھی؛ لیکن مغرب کے مالی نظام کی بنیاد سود ٹھہرایا گیا جو انسانی تاریخ کے ہر دور میں غریبوں کا خون چوسنے اور کمزور کو مزید کمزور اور دست نگر رکھنے کا ذریعہ رہا ہے۔ آج اسی نظام کا نتیجہ ہے کہ دولت چند ہاتھوں کی باندی بنی ہوئی ہے اور وہ جس طرف چاہتے ہیں دنیا کے مالی نظام کو گھما پھرا رہے ہیں۔ آج جو مال دار ہے وہ مزید مال دار ہورہا ہے اور غریب شخص غربت کے دلدل میں دھنستا چلا جارہا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام لوٹ گھسوٹ کا نظام ہے، اس نظام کا خمیر ہی بخل وحرص سے اٹھایا گیا ہے۔

سود وقمار اور اسلامی نظامِ معیشت: اسلام نے قومی ملکیت اور بے مہار ملکیت کی دو انتہاؤں کے درمیان ایک راہِ اعتدال تجویز ہے۔ وہ انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے؛ لیکن وہ کچھ ایسی پابندیاں بھی عائد کرتا ہے؛ تاکہ دولت کی تقسیم کا توازن بگڑنے نہ پائے۔ اسلام نے دولت کا یہ یک طرفہ بہاؤ کو روکنے کے لیے سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی ہے کہ ایسے تمام کاروبار قانوناً ممنوع ہوں، جس میں ایک شخص کا فائدہ اور بہت سے لوگوں کا نقصان ہو، جیسے سود، سٹہ، جوا وغیرہ۔ اسلام نے سود کی تمام شکلوں کو حرام وناجائز قرار دیا ہے؛ کیوں کہ سود کا نظام ایک یا چند اشخاص کے نفع کو یقینی بنانے کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ سود کا مطلب یہ ہوتا ہے سرمایہ دار کے نام خوش حالی کا پٹہ لکھ دیا جائے اور اس کو ہر قسم کے خطرہ اور نقصان سے محفوظ کردیا جائے۔ دنیا کے ہر کاروبار میں نفع ونقصان کا پہلو ہوتا ہے؛ لیکن سودی قرض وہ کاروبار ہے جس میں خسارہ اور گھاٹے کا کوئی امکان نہیں۔ اس میں ہمیشہ نفع ہی ہوتا ہے۔ اگر قرض دار کنگال بھی ہوجائے تو قانون اس کے گھر کا اثاثہ بیچ کر اصل مع سود سرمایہ دار کو ادا کرتا ہے۔ اس طرح سودی معاملات کے نتیجہ میں دولت کے بہاؤ کا رخ عوام کے بجائے مٹھی بھر سرمایہ داروں کی طرف ہوجاتا ہے۔ موجودہ زمانے کا بینکنگ نظام بھی سودی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے، بہ ظاہر اس میں مہاجنی نظام یا ساہوکارانہ نظام جیسی خرابیاں نظر نہیں آتیں؛ لیکن یہ بھی دراصل چند سرمایہ دار سارے ملک کی دولت کم شرح سود پر جمع کرلیتے ہیں اور پھر زیادہ شرح سود پر اس کو کارخانہ داروں اور فیکٹری مالکان کو قرض پر دیتے ہیں اور پھر وہی سامان سودی رقم کے بوجھ کے ساتھ مارکیٹ میں آتا ہے اور تمام خریدار جنھوں نے اپنا روپیہ جمع کرکے صنعتوں کے لیے سرمایہ فراہم کیا تھا، ان ہی کے ہاتھ گراں بیچ کر سود کی رقم حاصل کی جاتی ہے۔ اس طرح سودی معاشیات کے نتیجہ میں خود عوام سے حاصل شدہ دولت اس بات کا ذریعہ بنتی ہے کہ دولت کے بہاؤ کا رخ عوام کے بجائے چند سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کی طرف ہوجائے۔ اسلام نے بینکنگ کی مخالفت نہیں کی ہے؛ کیوں کہ بینکنگ دراصل ایک سادہ سی اقتصادی تدبیر کا نام ہے۔ بڑا کاروبار کرنے کے لیے بڑا سرمایہ چاہیے، اس پہلو سے بینکنگ کی ضرورت مسلم ہے کہ عوام کا وہ پیسہ جو ان کی تجوریوں میں بند ہوتا ہے، اس سے سرمایہ کاری ہو اور اس کا نفع سب کو پہنچے۔ اس نقطۂ نظر سے اسلام کے مطابق بینکنگ کی صحیح بنیاد مضاربت ہے یعنی عوام کو اصل نفع ونقصان میں برابر کا شریک رکھا جائے۔ مضاربت تجارتی عمل میں معاون بننے کے ساتھ دولت کی گردش کو پھیلاتی ہے اور سود دولت کو سمیٹ کر چند ہاتھوں میں پہنچانے کا کام کرتا ہے۔ مضاربت سے عمومی نفع کی صورت پیدا ہوتی ہے؛ جب کہ سود سے استحصال کو فروغ ملتا ہے۔

یہی حال قمار، جوے، سٹہ اور لاٹری وغیرہ کا ہے جس میں لازماً ایک فریق کا فائدہ اور دوسرے فریق کا نقصان یا مٹھی بھر افراد کا فائدہ اور پورے معاشرہ کا نقصان ہے۔ یہ کاروبار کچھ لوگوں کے لیے سماج کی کسی حقیقی خدمت کے بغیر روپیہ کا ڈھیر لگا دیتا ہے اور دوسرے بہت سے لوگوں کو کسی بنیادی سبب کے بغیر مفلس اور کنگال بنا دیتا ہے۔

اسلام کا نظامِ زکوٰۃ ووراثت: دولت کی صحیح تقسیم قائم رکھنے اور معاشرہ میں مساوی گردش کو یقینی بنانے کے مقصد سے زکوٰۃ فرض کی گئی، جس کا اصول ہے کہ مال داروں سے وصول کی جائے اور غریبوں کو ادا کی جائے۔ اسلام غنی اور مال دار کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا زائد اور اضافی مال راہِ خدا میں خرچ کرکے اللہ تعالی کی رضا حاصل کرے اور اخلاقی عظمت حاصل کرے۔ قرآن کریم میں ہے: فِيْ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ (سورۃ المعارج، آیت ۲۴-۲۵)

اسلام نے ہر قسم کی ملکیت کا ایک معیار مقرر کردیا ہے، جس کے پاس بھی اس معیار سے زیادہ دولت پائی جائے گی اس سے ہر سال زکوٰۃ کا لازمی حصہ وصول کیا جائے گا۔ زکوٰۃ اسلامی معاشیات کا عظیم الشان انقلابی باب ہے۔ اگر کوئی ملک صحیح معنوں میں اسلامی نظامِ زندگی کو قبول کرکے نافذ کرلے تو وہاں افلاس، گداگری اور دیگر معاشی جرائم کا خاتمہ ہوجائے گا۔ نظام زکوٰۃ دولت کے سمٹاؤ کو روک کر اس کا بہاؤ معاشرہ کے کمزور افراد کی طرف کردیتا ہے۔

علاوہ ازیں، صدقات وخیرات کی خوب ترغیب دی گئی اور مختلف قسم کے کفارات اور فدیوں کی ایسی صورت تجویز کی گئی جس سے غریب افراد کی حاجت روائی کا سامان بھی پیدا ہوگیا۔ اسلام میں اخلاقی حیثیت سے بخل کو سخت قابلِ مذمت قرار دیا گیا۔ سخاوت وفیاضی بہترین صفت قرار دی گئی۔ اسی نظامِ معیشت کے پیش نظر میراث کا ایسا قانون بنایا گیا کہ ہر مرنے والے کی چھوڑی ہوئی دولت اور جائداد زیادہ سے زیادہ وسیع دائرہ میں پھیل جائے اور معاشرہ کے زیادہ سے زیادہ افراد اس سے مستفید ہوں۔

اسلام کا نظامِ تکافل: اسلام کا نظامِ تکافل اسلامی معاشی انقلاب کا اہم حصہ ہے جس میں کسی مذہب وقومیت کے امتیاز کے بغیر ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کو کسی نہ کسی شکل میں اتنا سامان معاش ہر حال میں میسر ہوجائے جتنا اطمینان کے ساتھ عام زندگی گزارنے اور متعلقہ حقوق وفرائض کی ادائیگی کے لیے ایک انسان کو درکار ہوتا ہے۔ اس نظام کا مقصد ملکی وقومی دولت کی گردش کا دائرۂ کار چند اغنیاء مال دار لوگوں کے درمیان محدود ہونے سے بچانا ہوتا ہے؛ تاکہ عام لوگ کسی کے رحم وکرم کے محتاج نہ رہیں۔ اسلام کا حکم ہے کہ معاشرے کے وہ افراد جو مسکین اور نادار ہوں، یا کسی عذر کی وجہ سے معذور ہوں اور کوئی معاش تلاش کرنے یا روزی کمانے کے لائق نہ ہوں یا مناسب روزگار نہ ملنے کی وجہ سے محتاجی کا شکار ہوں تو ایسے ضرورت مند افراد کی معاشی کفالت حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اسی طرح جو ان کے عزیز واقارب ہوں، ان کے ذمہ ایسے افراد کی کفالت ہے اور معاشرہ کے دیگر مال دار لوگوں کو زکوٰۃ وصدقات اور عطیات سے ایسے افراد کی کفالت کا انتظام کریں۔ اسلام کے نظامِ تکافل میں اولیت اس بات کو حاصل ہے کہ اسلامی ریاست کا کوئی شخص بنیادی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہ ہو۔ اس نظام میں امیر کو ترغیب دے کر اور آخرت کا خوف دلا کر یہ درس دیا جاتا ہے کہ وہ غریب اور محروم افراد تک اس کی ضروریاتِ زندگی بہم پہنچائے۔

خلاصہ کلام: اسلام کا یہی انقلابی نظامِ معاش ہے جو ظہورِ اسلام کے بعد دنیا میں رائج ہوا پوری شان کے ساتھ تیرہ صدیوں تک چلا۔ اس نظام کے زمانے میں انسانوں کو کبھی بھی کوئی بڑا معاشی بحران نہیں پیش آیا۔ تمام لوگوں کے درمیان دولت کی تقسیم اور اس کا توازن قائم رہا۔ مختلف اسلامی حکومتوں کے زمانے میں عوام الناس کی معاشی فارغ البالی ایک تاریخی حقیقت ہے۔ مسلمان ملکوں کی معاشی بہتری اور دولت کی ریل پیل ہی وہ وجہ ہے جس کی بنیاد پر مشرق کے اسلامی ممالک مغرب کے سرمایہ دار اور استعماری ملکوں کا نشانہ بنے اور آج بھی وہ اس سے نجات نہیں پا سکے ہیں۔

اسلامی نظام میں ہر ملک اور خطہ کے لوگوں کو مقامی سطح پر معاش اور رزق کے ذرائع مہیا تھے اور انھیں اس کے لیے نقلِ مکانی کی ضرورت کم ہی پڑتی تھی؛ لیکن آج دنیا میں سب سے زیادہ نقلِ مکانی معاشی ضرورتوں کی بنیاد پر ہورہی ہے اور لاکھوں افراد ادھر سے ادھر منتقل ہورہے ہیں۔ بے جا معاشی ضروریات کی وجہ سے لوگ زندگی کے حقیقی آرام سے محروم اور عیش کے سامانوں کی کثرت کے باوجود ذہنی سکون کی دولت سے ناآشنا ہیں۔ مغربی نظام سے دولت کی بے جا ہوس لوگوں کے دلوں میں پیدا کررکھی ہے اور دنیا کی چمک دمک دکھا کر لوگوں کو ہر جائز وناجائز ذرائع سے دولت کمانے پر اکسا رہا ہے۔ مغرب نے مشین ایجاد کرکے ملک کے مال دار ایک معمولی طبقہ کو ساری دولت کا مالک بنا دیا اور بقیہ پورے معاشرہ کو اس کا نوکر۔ ایک شخص جس کے پاس بے انتہا دولت ہے وہ فیکٹری لگاتا ہے اور پوری قوم اس کے یہاں نوکری کرتی ہے۔ عوام الناس اپنی محنت سے جو سامان تیار کرتے ہیں، اس کے منافع کا بڑا حصہ خود ایک مالک کے ہاتھ چلا جاتا ہے اور اس کا ایک معمولی ٹکڑا معاشرے کے ایک بڑے حصہ میں تقسیم ہوتا ہے جو اس کی محنت کا عُشرِ عَشیر بھی نہیں ہوتا۔ اسلامی معاشرہ میں عام پبلک اور حکم رانوں کے درمیان سیاسی اختیارات کے سوا اور کسی حیثیت سے کوئی زیادہ فرق نہیں تھا۔ ایک عام شخص کے جو شہری حقوق ہوتے تھے، وہی بڑے سے بڑے عہدہ دار کے ہوتے تھے۔ سرکاری خزانوں سے وزیروں اور گورنروں کو اتنا ہی حصہ ملتا جتنا عام شہریوں کو۔ یہی وجہ تھی کہ ملک کی دولت معاشرہ کے تمام افراد تک یکساں پہنچتی تھی اور ہر طرف خوش حالی کا دور دورہ تھا، چنانچہ عرب میں یہ حال پیدا ہوگیا کہ شہروں میں لوگ صدقات کی رقمیں لئے بھرتے تھے اور کوئی اسے لینے والا نہیں ملتا تھا۔

حوصلہ بلند رکھئے

حضرت مولانا قاضی مجاهد الاسلام قاسمی رحمة اللّٰہ علیه

بابری مسجد کے انہدام کی ٹیس، جس کی خلش اور جس کی یاد دلوں سے اس وقت تک نہ مٹ سکے گی، جب تک پھر اسی جگہ پر مسجد کی تعمیر نہیں ہوتی اور پھر وہاں صلوٰۃ وتکبیر کی صدا بلند نہیں ہوتی، اس حادثہ نے پورے ملک کو ایک شدید بحران میں مبتلا کر دیا ہے اور اس پر تشنج کا ایک زبردست دورہ پڑا ہے، جس سے ہندوستان کا چپہ چپہ دہل گیا، مسلسل کئی سالوں سے کسی کو امن وسکون کیی سانس لینے کی مہلت نہیں مل رہی ہے، زندگی کے سارے مشاغل معطل سے ہوکر رہ گئے ہیں، ہر شخص اس ملک کے مستقبل کے بارے میں فکر مند ہے، جہاں جمہوریت وسیکولرزم کی بنیادوں میں زبردست شگاف پڑ چکے ہیں اور افسوس ہے کہ اس بنیاد کو قائم رکھنے کی کوئی سنجیدہ کوشش بھی نہیں کی جارہی ہے، مسجد کو جس انداز سے منہدم کیا گیا اور جس طرح ملک کے گوشے گوشے سے امن دشمن اور تخریب پسند اور انسانیت کے قاتل عناصر کو جمع کیا گیا اور جس طرح پوری دیدہ دلیری سے ملک کی عدلیہ، قانون اور انتظامیہ کا کھلے عام مذاق اڑایا گیا، اس نے یہ ایک سوال کھڑا کر دیا ہے کہ اب اس ملک میں جنگل کا قانون چلے گا یا ایک مہذب ملک کی حیثیت سے پھر دنیا کے دیگر ممالک کی صف میں کھڑا ہو سکے گا۔

وحشت وبربریت۔ درندگی اور حیوانیت کی راہ پر چلنے اور ملک کو پارہ پارہ کر دینے کا فیصلہ کیا ہے، یا وہ تن بہ تقدیر اپنا سر ہتھیلی پر لے کر اس عظیم ومحترم مقصد کے لیے کمر بستہ ہیں کہ وہ اس زمین پر جنگل کی راج نہ چلنے دیں گے اور اس ملک اور اس کے معاشرہ کو ٹوٹ پھوٹ کر بکھر نہ جانے دیں گے اور ان لوگوں کے دام فریب میں نہ آئیں گے، جو اپنی حقیر وذلیل اغراض وتعصّبات کی کاطر انسانیت کے پیراہن کو تار تار کر دینا چاہتے ہیں اور جو گذشتہ ایک ہزار سال میں اس ملک نے بنایا اور سنوارا ہے، اس کو توڑ پھوڑ کر کھنڈرات میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں؛ بلکہ وہ پھر اس عزم وحوصلہ سے ملک کی تاریخ کا رخ ایک روشن مستقبل کی طرف موڑ دیں، جس عزم وحوصلہ کے ساتھ ان کے بزرگوں نے تیرہویں صدی میں جب کہ اسلامی تہذیب کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی تھی، تہذیب انسانی کی حفاظت کی اور کچھ ہی دنوں میں اپنی مخلصانہ جدوجہد سے ایک وحشی قوم کو تہذیب کا پیراہن پہننے پر آمادہ کر دیا۔

تاریخ شاید اپنے آپ کو دہرا رہی ہے، تیرہویں صدی میں بھی خدا کے فضل سے جسمانی طور پر مغلوب ہونے کے باوجود اسلام فکری وتہذیبی اعتبار سے مغلوب ہونے کے باوجود اسلام فکری وتہذیبی اعتبار سے مغلوب نہیں ہوا تھا اور آج بھی ہندوراشٹر کا خواب دیکھنے والی فاسشٹ قوتوں کی ساری فلسفہ طرازیوں کے باوجود ہر باشعور انسان کے سامنے ان کی فکری نقاہت، ان کے نعروں اور نصب العین کی پراگندہ، خیالی، ان کے ہر لمحہ بدلتے ہوئے مقاصد اور کمزور ومضحکہ خیز دلائل اور پھر ان کی جس کی لاٹھی اس کی بھینس پر عمل درآمد کی خواہش سے ہر شخص اچھی طرح روشناس ہو چکا ہے، چنانچہ شر پسندوں نے کتنی بستیوں کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے؛ لیکن ان کا فکری وتہذیبی اعتبار سے کسی پر کوئی رعب قائم نہیں ہوسکا ہے اور ان کے بالمقابل اس تہذیبی جارحیت سے نبرد آزما ہونے کا ولولہ وحوصلہ بہت سے دلوں میں عزم وہمت کے ان گنت چراغ روشن کر رہا ہے؛ اس لیے کہ لوگوں کو یقین ہے کہ اخوت، محبت، بھائی چارہ، مساوات اور فکر وعقیدہ کی آزادی سلب کرنے والے کبھی دنیا میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں، مسلمانوں کے دامن میں ایک نہایت ہی ترقی یافتہ اور مضبوط تہذیب اور نہایت روشن وتابناک اقدار کا ذخیرہ موجود ہے، جس کے بل پر وہ خواہ عارضی طور پر لڑکھڑا کر گر گئے ہوں؛ لیکن پھر اٹھ کر اپنے منزل کی طرف گامزن ہونے کا جذبہ ان کے اندر پوری طرح موجود ہے، انہوں نے ہندو فاسشٹ تہذیب سے کہیں زیادہ طاقت ور اور عقل وسائنٹفک بنیادوں پر زیادہ مستحکم مغربی تہذیب کا کامیابی سے سامنا کیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا، اس کے مقابلہ میں موجودہ چیلنج ان کے لیے کوئی وزن نہیں رکھتا، صہیونیت سامراج، اشتراکیت اور تجدد کی آندھیوں کے بالمقابل اسلامی تہذیب اور اسلامی فکر وعقیدہ کا چراغ جلتا رہا اور اب اس روئے ارض پر افق در افق اسلام کی شعاعیں پھوٹ رہی ہیں اور ایک تابناک سحر کا پیغام اس دنیائے انسانیت کو دے رہی ہیں، جو رنگ ونسل ووطن کے بتوں کو توڑ کر اور مادیت والحاد واباحیت کے اندھیروں سے نکل کر ایک نئے دور کی طرف قدم اٹھا رہی ہے، جو اسلامی نشأۃ ثانیہ کا دور ہوگا، سچائیاں نئی اور پرانی نہیں ہوتیں، سچائیاں ہر دور میں سچائیاں ہوتی ہیں، ان کے سلسلے میں انسانوں کے رویے جب اس طرح تبدیل ہوں کہ وہ سچائیوں کے جوہر کو مجروح کر دیں تو ایسے رویوں کو پسپا ہونا پڑتا ہے اور زمانہ اس طرح کے طرز عمل کو زیادہ دن تک قائم رہنے نہیں دیتا، روح عصر ہر دور میں یکساں رہی ہے اور وہ ہے خیر وصداقت اور عدل وانصاف کی ہمہ گیر طلب وآرزو۔ انسانی معاشروں میں تباہی وبربادی کا کھیل کھیلنے والوں کو اس وقت سپر انداز ہونا پڑتا ہے، جب خیر وصداقت کے امین وصبر واستقلال، عزم وحوصلہ اور یقین وایمان کی توانائیوں کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں۔ ہندوستان کو فرقہ پرستی اور فاشزم کے اس تشنج سے نجات دلانے کے سلسلہ میں سب سے پہلا قدم خود مسلمانوں کو اٹھانا پڑے گا؛ اس لیے کہ اس طرح کی بیماری کا سب سے زیادہ تیر بہ ہدف علاج انہیں کے پاس ہے اور جیسے ہی وہ اس عظیم مقصد کے لیے اٹھ کھڑے ہوں گے، اس ملک کے بے شمار مظلوم انسان جو مدتوں سے ذات وبرادری اور اونچ نیچ کی چکی میں پستے رہے ہیں، ان کے ساتھ آگے بڑھیں گے، فاشزم جس تیزی سے بڑھتا پھیلتا اور ہراساں کرتا ہے، اسی تیزی سے اس کو زوال وشکست کا منہ دیکھنا پڑتا ہے؛ اس لیے فاشزم کی عمارت ریت پر کھڑی ہوتی ہے، جو ایک ہلکے سے جھٹکے میں زمین پر آجاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ فاشزم کی جب ریاست کے سربر آوردہ لوگوں اور اہل اقتدار کی سرپرستی حاصل ہوجائے تو پھر بے دست وپا اور نہتے عوام کے لیے مسائل سنگین ہوجاتے ہیں؛ لیکن خود اعتمادی، عالی ہمتی اور ایمان ویقین کی چٹانوں سے یہ موجیں ٹکرا کر تہہ نشین ہوجاتی ہے۔

نرم مزاجی کی اہمیت

مفتی محمد عبد اللّٰہ قاسمی استاذ فقه و ادب دار العلوم حیدرآباد

حسن اخلاق کامل ایمان کی پہچان ہے، اسلام اور مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے، جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ اور سبب ہے، اللہ کی رضا وخوش نودی کا جلی عنوان ہے، حسن اخلاق وہ قیمتی زیور ہے جس سے آراستہ ہونے والے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہونے کی بشارت سنائی گئی ہے، اور بروز محشر اس کو آپؐ سے قریب ہونے کی خوش خبری دی گئی ہے، یہ وہ بیش بہا وصف ہے جس کی تکمیل کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا ہے، اور اس کو کمال ایمان کا معیار قرار دیا گیا ہے، خوش اخلاق اور خوش اطوار انسان خالق ومخلوق ہر دو کی نگاہوں میں محبوب اور منظور نظر ہوتا ہے، معاشرے کے افراد کے مابین اس کو مرجعیت عام اور مقتدایانہ حیثیت حاصل ہوتی ہے، اور دوست ودشمن ہر ایک کے لئے وہ مرکز محبت وعقیدت ہوتا ہے۔

نرم مزاجی کی اہمیت:

اخلاق حسنہ اسلام کا وہ گلشن سدا بہار ہے جس کے اجزائے ترکیبی میں عفو ودرگزر، حلم وبردباری، ایثار وہمدردی، عفت وپاکیزگی، جود وسخا، انصاف وعدل پروری اور نرم خوئی ونرم مزاجی کے گلہائے رنگا رنگ ہیں، ان کی خوشبو مشام جاں کو معطر کرتی ہے، اور دل ودماغ کو فرحت وتازگی بخشتی ہے، اور ایمان ویقین کے خزاں رسیدہ پودوں کو ذوق نمو عطا کرتی ہے، تحمل وبردباری اور نرم خوئی ونرم مزاجی گلشن اخلاق کا وہ گل سرسبد ہے جس کی مہک اور جس کا روح پرور اثر اپنے اندر مقناطیسی قوت رکھتا ہے، اور دوسروں پر اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتا، یہ وہ تیر نیم کش ہے جس سے کشور دل زیر وزبر ہوجاتے ہیں، اور انسانی افکار وخیالات کی رو تبدیل ہوجاتی ہے، یہ وہ جاذب نظر اور خوش نما ہتھیار ہے جس سے بغاوت پسند اور سرکش لوگ قابو میں آجاتے ہیں، اور اپنی زندگی میں صالح اور خوش گوار انقلاب لے آتے ہیں۔

سیرت رسول اور نرم خوئی

چوں کہ نرم خوئی اور نرم مزاجی بہت ہی اعلی اور قیمتی وصف ہے، بے شمار فوائد ومنافع کا حامل ہے؛ اسی لئے آپؐ جہاں بہت سے اوصاف حمیدہ کے مجسم تصویر تھے وہیں نرم خوئی اور نرم مزاجی بھی آپ ؐ کا خاص وصف تھا، خود قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالی نے آپؐ کے اس قیمتی وصف کا تذکرہ فرمایا ہے، چنانچہ اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے: اے پیغمبر! آپ اللہ کی مہربانی سے ان لوگوں کے لئے نرم ہیں، ورنہ اگر آپ بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، لہذا انہیں معاف کر دیجئے اور ان کے لئے استغفار کیجیے۔ صحابہ کرامؓ جن کی آنکھیں آپ ؐ کی فیض صحبت سے منور ہوئیں، اور جنہوں نے آپ ؐ کی زندگی کو بالکل قریب سے دیکھا ان کا آپؐ کے بارے میں بیان ہے: آپؐ ہشاش بشاش، خوش اخلاق اور نرم خو تھے، سخت دل تھے نہ تند خو، شور وشغب اور فحش گوئی سے دور تھے، اور عیب جوئی اور بخل سے مجتنب رہتے تھے۔ (ترمذی) نرم خوئی اور نرم مزاجی کا یہ وصف آپؐ کے اخلاقی پیکر کا ایسا جزو لاینفک بن گیا تھا کہ ایسے حالات جن میں انسان سخت اور درشت لہجہ اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے، اور وقار وسنجیدگی کا دامن اس سے چھوٹ جاتا ہے، آپؐ نے عفو ودرگزر اور نرمی کا ثبوت دیا ہے۔

ایک یہودی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن برتاؤ

چناں چہ روایتوں میں آتا ہے کہ ایک یہودی کی چند اشرفیاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھیں، یہودی نے آپؐ سے قرضہ کا مطالبہ کیا، آپؐ نے فرمایا: ابھی میرے پاس کچھ نہیں ہے جس سے میں تمہارا قرضہ ادا کرسکوں، یہودی نے اصرار کیا، اور کہا کہ جب تک آپ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا، آپؐ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو میں تیرے پاس ہی بیٹھا رہوں گا، آپؐ اس یہودی کے پاس بیٹھ گئے، اور اس دن کی نمازیں وہیں ادا کیں، جب صحابہ کرام کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ یہودی کے پاس آئے، اور اسے ڈرانے دھمکانے لگے، آپؐ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرام کو منع کیا، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اس یہودی نے تو آپ کو قیدی بنالیا ہے، آپؐ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے معاہد اور غیر معاہد پر ظلم کرنے سے روکا ہے، جب وہ دن گزر گیا تو اس یہودی نے اسلام قبول کرلیا، اور اس نے کہا میں اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں، میں نے یہ حرکت اس لئے کی تھی کہ میں نے توریت میں آپؐ کے متعلق پڑھا ہے: محمد بن عبد اللہ جن کی جائے پیدائش مکہ ہے، اور جو ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئیں گے، نہ وہ سخت دل ہوں گے نہ تند خو، نہ چیخ کر بات کریں گے، ان کی زبان فحش گوئی اور بے ہودہ گوئی سے آلودہ نہیں ہوگی، میں نے اب تمام صفات کا امتحان کرکے آپ کو صحیح پایا؛ اس لئے شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور یہ میرا آدھا مال ہے آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں خرچ فرمائیں۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، حدیث نمبر: ۴۲۴۲)

ایک دیہاتی کے ساتھ آپ ﷺ کا نرم رویہ

ایک روایت میں ہے: ایک دیہاتی مسجد نبوی میں آیا، اور مسجد کے ایک کونہ میں پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام نے اس کو برا بھلا کہا، اور اس کی طرف دوڑے، آپؐ نے صحابہ کرام کو منع کیا، اور جب وہ پیشاب سے فارغ ہوگیا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو پیشاب صاف کرنے کا حکم دیا، اور اس دیہاتی کو اپنے قریب بلا کر نہایت نرمی سے سمجھایا کہ مساجد میں پیشاب نہیں کیا جاتا، مساجد میں تو اللہ کا ذکر ہوتا ہے اور نماز ادا کی جاتی ہے، وہ دیہاتی آپ کی نرم مزاجی اور عفو ودرگزر سے اتنا متاثر ہوا کہ اس کا بیان ہے: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! آپؐ نے نہ مجھ کو ڈانٹا اور نہ ہی برا بھلا کہا۔ (ابن ماجہ) واقعہ یہ ہے کہ جو شخص عفو ودرگزر کرتا ہو اور نرم خوئی ونرم مزاجی اس کے رگ وریشہ میں رچی بسی ہوئی ہو ایسے شخص کی طرف بے اختیار دل کھینچا چلا جاتا ہے، اور اس سے غیر اختیاری طور پر محبت وعقیدت بڑھتی چلی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک داعی دین کے اندر عفو ودرگزر اور تحمل وبردباری کا ہونا بہت ضروری ہے، جب تک دعوت کا کام کرنے والوں کے اندر یہ قیمتی وصف نہیں ہوگا وہ درست اور بہتر طور پر یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی نرم خوئی اور نرم مزاجی نے کئی لوگوں کو متاثر کیا، اور ان کو دامن اسلام میں پناہ لینے پر مجبور کیا، اور اس کی بیسیوں مثالیں ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں۔ اس لیے جن لوگوں کو اللہ تبارک وتعالی نے علوم نبوت کا وارث اور امین بنایا ہے، ان کو بلند اخلاق وکردار کا حامل ہونا اور صفات حسنہ سے آراستہ ہونا ناگزیر ہے۔

مسلم پرسنل لابورڈ کے جنرل سکریٹری کا مسلمانان ہند کے نام خط

مرکزی حکومت کا طلاق مخالف بل جو کہ لوک سبھا میں پاس ہوگیا ہے، لیکن سرمائی اجلاس کے دوران راجیہ سبھا سے پاس نہیں ہو پایا، مرکزی حکومت پوری کوشش میں ہے کہ بجٹ سیشن میں اسے راجیہ سبھا سے پاس کرا دے، وزیر اعظم نریندر مودی سیشن شروع ہونے سے پہلے اپنی تقریر اور میڈیا کو دیے گئے انٹرویو میں اس عزم کو دہرا چکے ہیں، صدر جمہوریہ نے بھی بجٹ سیشن سے پہلے دیے گئے اپنے افتتاحی خطاب میں امید ظاہر کی کہ اس سیشن میں طلاق مخالف بل کو پاس کرا لیا جائے گا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے کسی بھی صورت میں یہ بل قابل قبول نہیں ہے، کیوں کہ نہ صرف یہ شریعت اسلامی میں کھلی مداخلت بلکہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے ظلم اور ناانصافی کا نیا حربہ ہے۔ اس لیے ہندوستان کے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں سے آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کے جنرل سکریٹری، امیر شریعت بہار، اڈیشہ و جھارکھنڈ مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی مدظلہ العالی نے اپیل کی ہے کہ وہ پرزور انداز میں اس بل کی مخالفت کریں اور سرکار تک یہ پیغام پہونچادیں کہ جن مسلم خواتین کو انصاف دلانے کے نام پر وہ اس بل کو پاس کرانے کے درپئے ہیں وہ یہ بل منظور کرنے کے لیے قطعی تیار نہیں ہیں۔ محترم جنرل سکریٹری بورڈ نے جو خط مسلمانان ہند کے لیے جاری کیا ہے کہ وہ ذیل میں قارئین نقیب کے لیے اس گذارش کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے کہ وہ اس خط کے مندرجات کے مطابق اپنے اپنے علاقوں میں پرامن احتجاج کریں اور حکومت کے سامنے اپنا احتجاج درج کرائیں۔ (ادارہ نقیب)

مکرم و محترم! زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے، مرکزی حکومت مسلمانان ہند کے اسلامی تشخص اور ایمانی وجود پر ہر روز ایک نئی جہت سے یلغار کر رہی ہے، حال ہی میں ۲۸ر جنوری ۲۰۱۸ء کو پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کے دوران حکومت نے صدر جمہوریہ کی زبان سے یہ بھی کہلا دیا کہ: ''کئی دہائیوں سے مسلم خواتین کا وقار سیاسی مفادات کی خاطر داؤں پر لگا دیا گیا تھا، اب قوم کو انہیں آزادی دلانے کا ایک موقع ملا ہے۔ میری حکومت نے ۳ طلاق کا بل پارلیمنٹ میں پیش کر دیا ہے، مجھے امید ہے کہ پارلیمنٹ اس قانون کو جلد ہی پاس کر دے گی، یہ قانون مسلم بہنوں اور بیٹیوں کو عزتِ نفس اور حوصلے کے ساتھ جینے کے لائق بنائے گا۔''

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ جملے کس ذہنیت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان جملوں میں اُس اسلامی شریعت پر براہ راست حملہ کیا گیا ہے جس نے دنیا میں سب سے پہلے عورتوں کو معاشرہ میں معزز اور محترم مقام عطا کیا، بلکہ سچی بات یہ ہے کہ اِن جملوں میں ہماری بہنوں اور بیٹیوں کو شریعت کے خلاف اکسانے کی نہایت مذموم کوشش کی گئی ہے۔ ہمارا احساس ہے کہ اس موقع پر خاموش رہنا بہت بڑا گناہ اور جرم ہوگا، لہٰذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر اس کا جواب پوری صراحت اور قوت کے ساتھ ہماری بہنوں اور بیٹیوں ہی کی طرف سے دیا جائے۔ اس مقصد سے مناسب ہوگا کہ جہاں ممکن ہو وہاں خواتین کے خاموش جلوس نکالے جائیں۔ جس میں کسی مرکزی مقام سے خواتین ایک منظّم جلوس کی شکل میں گورنر ہاؤس یا ضلع کلکٹر کے دفتر جائیں، اور خواتین کا ایک نمائندہ وفد صوبے کے گورنر یا ضلع کلکٹر سے ملاقات کر کے اپنا میمورنڈم ان کو دے اور احتجاج درج کرائے، اور ان سے مطالبہ کرے کہ میمورنڈم کو صدر جمہوریہ ہند اور وزیر اعظم تک پہونچایا جائے۔

جلوس میں درج ذیل باتوں کا پورا لحاظ رکھا جائے:

(۱) اسلامی تہذیب اور آداب کی پابندی کی جائے، (۲) جلوس میں مکمل خاموشی رکھی جائے، اور بہتر ہے کہ اللہ کے ذکر اور درود و سلام کا ورد رہے، (۳) خواتین کے ہاتھوں میں تختیاں (Play Cards) ہوں جن پر لکھا ہو: ''ہم قانونِ شریعت کے پابند ہیں۔''

''ہم صدر جمہوریہ کے خطاب کی مذمت کرتے ہیں۔''

''ہم طلاق بل کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔''

۴۔ بینر پہ لکھا ہو: ''طلاق بل واپس لو، واپس لو''

''اسلامی شریعت، ہمارا اعزاز''

آپ سے گذارش ہے کہ اس کام کی انجام دہی کے لئے ضروری قدم اٹھائیں، جزاکم اللہ۔ والسلام

محمد ولی رحمانی

جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ

گورنر اور ضلع مجسٹریٹ کو جو میمورنڈم دیا جائیگا اس کا مضمون درج ذیل ہے۔

میمورنڈم

ہم مسلم خواتین کا یہ شدید احساس ہے کہ پروٹیکشن آف رائٹس ان میریج ایکٹ 2017 بڑی عجلت میں پاس کیا گیا اور اس بل کی تیاری میں کسی مسلمان عالم دین اور دانشوروں سے مشورہ نہیں لیا گیا۔ سپریم کورٹ کے فیصلے 22-8-2017 کے بعد ایسے بل کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ بل دراصل دستور ہند کی دفعات اور خواتین و بچوں کے مفادات کے سخت خلاف ہے۔

ہم اپیل کرتے ہیں کہ اس بل کو فوری واپس لیا جائے اور اس پر نظر ثانی کی جائے۔ خواتین کے حقوق اور صنف سے عدل و انصاف کیا جائے۔

ہم صدر جمہوریہ ہند کے حالیہ مشترکہ پارلیمانی اجلاس میں خطبہ کے دوران مسلم خواتین کے سلسلے میں جو رکیک اور دل آزار حملے کیے گئے اس کی سختی سے نہ صرف مذمت کرتے ہیں بلکہ حکومت ہند سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صدر جمہوریہ کے ان الفاظ اور ریمارکس کو حذف کرے۔

ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مسلم ویمن پروٹیکشن بل کے نام پر مسلم خواتین کی اہانت و دل آزاری نہ کرے اور مسلم خواتین کو دستور ہند میں دیئے گئے حق آزادی و اختیارات کو سلب کرنے کی کوشش نہ کرے۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ صدر جمہوریہ کے خطاب میں سے مسلم خواتین سے متعلق سطور کو حذف کیا جائے اور حکومت کو مشورہ دیا جائے کہ اس ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے احساسات کو مجروح نہ کرے۔

یوم جمہوریہ پر ہندو یووا واہنی کے نیتا کے زہریلے بول

روزنامہ انڈین ایکسپریس لکھنؤ (۲۷ر جنوری ۲۰۱۸ء)

ترجمہ: سید محمد عادل فریدی

ابھی کچھ دنوں پہلے یوم جمہوریہ کے موقع پر ہندو یووا واہنی کے فائر برانڈ لیڈر ناگیندر تومڑ کا ایک ویڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوا، اس ویڈیو اندر ناگیندر تومڑ نے مظفر نگر کے بڈھانا علاقہ میں یوم جمہوریہ تقریب کے دوران مسلمانوں کے خلاف خوب زہر افشانیاں کی ہیں اور بہت سی قابل اعتراض باتیں بولی ہیں۔ ویڈیو کے وائرل ہونے کے بعد مظفر نگر پولیس کو اس کی جانچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یوم جمہوریہ کی یہ تقریب مظفر نگر ضلع کے بڈھانا علاقہ میں ترنگا ریلی کے بعد شنکر پیلیس میں ہو رہی تھی۔ معلوم ہو کہ ناگیندر تومڑ میرٹھ کے ایک نیم سرکاری کالج میں لیکچرر ہیں۔

اس ویڈیو میں مبینہ لو جہاد کے حوالے سے ہندو یووا واہنی کے فائر برانڈ لیڈر ناگیندر تومڑ یہ کہتے ہوئے سنے جا رہے ہیں کہ ''اگر وہ لوگ ایک لڑکی کو لے جائیں گے تو ہم سب کو کم از کم دس لڑکیوں کو لانے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔

ناگیندر تومڑ نے اس تقریب میں اپنے اندر کی گندگی اور مسلمانوں کے خلاف اپنی نفرت کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ''جو میرے کنوارے لڑکے ہیں، جو میرے متر ہیں نوجوان بھائیو تیار رہو مضبوطی سے، لو جہاد کا جواب یہی ہے، اگر وہ ایک لڑکی لے کر جائیں تو کم سے کم دس لڑکیوں کو لانے کی تیاری رکھو۔''

(انگریزی روزنامہ انڈین ایکسپریس کے) بڈھانا کے میڈیا انچارج ابھیشک سنگھل نے خبر دی کہ اپنی تقریر میں ناگیندر تومڑ نے یہ بھی کہا کہ ''اپنے ہندوؤں کے بیچ میں جو لوگ اپنے آپ کو سیکولر کہتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان کہاں جائیں گے، اتنی بڑی تعداد ہے ان کی، ارے بھائی ہمارے یہاں لڑکیاں کم ہیں، ان کے یہاں لڑکیاں بہت زیادہ ہیں، ہمارے تو لڑکے بیٹھے ہیں تیار............ آپ فکر مت کیجئے بہت جلدی خوش خبری ملنے والی ہے آپ کو، بہت جلد رام جنم بھومی کے مسئلہ میں آپ کے حق میں فیصلہ آنے والا ہے''

جب اس سے میڈیا کے لوگوں نے اس بیان کے بارے میں پوچھا تو بڑی بے شرمی کے ساتھ اس نے جواب دیا ''تقریب سے پہلے کچھ لوگوں نے مجھے بتایا کہ بہت سے مسلم خاندان دوسرے دوسرے علاقوں سے آکر بڈھانا میں آباد ہوگئے ہیں اور ان کی آبادی لگاتار بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لیے میں نے کہا کہ اگر وہ ایک لڑکی کو لے جائیں تو ان کی کم از کم دس لڑکیوں کو لاؤ میرا مقصد یہ تھا کہ ہندو لڑکے ان کی لڑکیوں سے شادی کریں میں سمجھتا ہوں کہ اس سے سماج میں دونوں طرف سے رشتوں میں مضبوطی آئے گی۔'' جب اس سے اپنی تقریر میں لو جہاد کے تذکرہ کرنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے لو جہاد کا مسئلہ اس لیے اٹھایا کیوں کہ لو جہاد کا معاملہ مغربی اتر پردیش میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ واضح ہو کہ ہندو یووا واہنی آر ایس ایس کا ایک ونگ ہے جو اتر پردیش کے موجودہ وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کے ذریعہ قائم کیا گیا ہے۔ مظفر نگر کے سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس اننت دیو نے اس واقعہ کے بارے میں کہا کہ ''ہمیں تقریب کی ویڈیو میڈیا کے ذریعہ ملی ہے، ناگیندر تومڑ کے خلاف کوئی بھی قانونی قدم اٹھانے سے پہلے اس ویڈیو کی جانچ کی جائے گی۔ دریں اثناء ہندو یووا واہنی کے جنرل سکریٹری پرمود کمار سے جب گورکھ میں واقع تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں رابطہ کیا گیا تو ان کا کہنا تھا کہ مجھے اس بات کی کوئی اطلاع نہیں ہے کہ ہمارے ریاستی سکریٹری ناگیندر پرتاپ تومڑ نے مظفر نگر کی تقریب میں اس طرح کی کوئی تقریر کی ہے، میں اس کے بارے میں اپنے کارکنان سے تحقیق کروں گا، اس کے بعد ہی کوئی بات کہہ سکتا ہوں۔

(واقعہ یہ ہے کہ جب سے مرکز میں بی جے پی کی سرکار آئی ہے، فرقہ پرست عناصر کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف ایسی زہر افشانیاں عام بات ہوگئی ہیں، ہیلنلسی کے خلاف کوئی بھی سخت ایکشن نہیں لیا جاتا، اسی کا نتیجہ ہے کہ ناگیندر تومڑ، شا پچھی مہاراج، سادھوی پراچی، سادھی نرنجن جیوتی جیسے لوگ نفرت پھیلانے کا کام لگاتار کر رہے ہیں اور سرکار میں اعلیٰ عہدوں پر بھی بیٹھے ہیں۔ انہیں ناعاقبت اندیش نیتاؤ کی زہر افشانیوں کا نتیجہ ہے کہ سماج کے نوجوانوں میں نفرت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے، کبھی یہ نفرت پہلو خان کے قتل کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے تو کبھی اس نفرت کے نتیجہ میں محمد افرازل جیسے غریب مزدور کا وحشیانہ قتل کر دیا جاتا ہے، تو کبھی یہ نفرت کاس گنج، مظفر نگر اور نوادہ کے فساد کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ ہمیشہ اس نفرت کا شکار عام لوگ ہی ہوتے ہیں، ان لیڈروں کی صحت پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، کچھ بھی ہو ملک کے مستقبل کے لیے یہ چیز اچھی نہیں ہے۔ عادل)

D:\Users\MD ASADULLAH\Downloads\5.2.2018 Naqueeb.inp 19/05/39 07:08 & PAGE 8 (1,1)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

لیبیا میں کشتی الٹنے سے درجنوں ہلاک

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے مہاجرت نے لیبیا کے ساحل کے قریب تارکین وطن کی ایک کشتی کے حادثے میں ۹۰/افراد کے ڈوبنے کا خدشہ ظاہر کیا ہے۔اس حادثے میں زندہ بچ جانے والے تین افراد کا کہنا ہے کہ ڈوبنے والے زیادہ ترافراد پاکستانی تھے۔کئی برسوں سے تارکین وطن لیبیا کو سمندر کے راستے یورپ پہنچنے کے لیے اہم گزرگاہ کے طور پر استعمال کرتے رہے ہیں۔لیکن گذشتہ برس یورپی یونین نے لیبیا کے ساتھ ایک متنازع معاہدہ کیا تھا جس کے تحت لیبیا کے ساحلی محافظوں کی مدد کی گئی تھی تا کہ وہ تارکین وطن اور پناہ گزینوں کو اٹلی لے جانے والی کشتیوں کو روک سکیں۔امدادی اداروں اور اقوام متحدہ نے یورپی حکومتوں کے اس اقدام کو ''غیر انسانی'' قرار دیا تھا۔(بی بی سی لندن)

جنوبی افریقہ میں سونے کی کان میں پھنسے ۹۵۵/کان کنوں کو نکال لیا گیا

جنوبی افریقہ میں سونے کی ایک کان میں پھنس جانے والے تمام ۹۵۵/کان کنوں کو بحفاظت نکال لیا گیا ہے۔یہ کان کن بدھ کی رات سے کان میں بجلی بند ہو جانے کے باعث پھنسے ہوئے تھے۔اس کان کو چلانے والی کمپنی کے ترجمان جیمز ویل سٹیڈ کا کہنا ہے کہ 'تمام کارکنوں کو باہر نکالا جا چکا ہے، کان کنوں کو پانی کی کمی اور ہائی بلڈ پریشر کا سامنا تھا تاہم خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔(بی بی سی لندن)

کیوبا کے سابق صدر فیدل کاسترو کے بیٹے اینجل کاسترو نے خودکشی کی

کیوبا کے سرکاری میڈیا کے مطابق سابق انقلابی رہنما فیدل کاسترو کے بیٹے اینجل کاسترو نے اپنی جان خود لے لی ہے۔۶۸/سالہ اینجل کاسترو جمعرات کو دارالحکومت ہوانا میں مردہ پائے گئے اور خیال ظاہر کیا جا رہا ہے کہ وہ ڈپریشن کا شکار تھے۔اینجل کاسترو، فیدل کاسترو کے پہلے بیٹے خاندانی مشابہت کی وجہ سے فیدلتویا ''لٹل فیدل'' کے نام سے مشہور تھے۔وہ ایک جوہری طبیعیات دان تھے اور انھوں نے سابق سویت یونین سے تربیت حاصل کی تھی۔کیوبا کے سرکاری اخبار گرانما کے مطابق ڈاکٹروں کا ایک گروپ گذشتہ کئی مہینوں سے اینجل کاسترو کا شدید ڈپریشن کی وجہ سے علاج کر رہا تھا۔(بی بی سی لندن)

لندن میں نمازیوں پر حملے کے مجرم کو ۴۳/سال قید کی سزا

برطانوی عدالت نے نمازیوں پر گاڑی چڑھانے کے جرم میں مجرم ڈیرن اوسبورن کو عمر قید کی سزا سنا دی۔بین الاقوامی میڈیا رپورٹس کے مطابق والوچ کراؤن کورٹ نے گزشتہ سال شمالی لندن کی ایک مسجد کے باہر نمازیوں پر گاڑی چڑھانے کے مقدمے میں مجرم کو قاتلانہ حملے کا مرتکب قرار دیتے ہوئے فرد جرم عائد کی تھی جس پر آج سزا سنادی گئی۔عدالت نے قتل اور اقدام قتل کی دفعات کے تحت مجرم کو ۴۳/سال قید کی سزا سنائی ہے، ۴۸/سالہ مجرم ڈیرن اوسبورن کو اب چار دہائیوں سے زائد کا عرصہ سلاخوں کے پیچھے گزارنا پڑے گا۔اسلام مخالفت نظریات رکھنے والے مجرم نے ۲۰۱۷ء میں شمالی لندن کے علاقے میں فنز بری پارک میں واقع مسجد کے باہر نمازیوں پر گاڑی چڑھادی تھی جس کے نتیجے میں ایک ۵۱/سالہ مسلمان شہید اور متعدد زخمی ہو گئے تھے۔(نیوز ایکسپریس)

بچے کو بھوکا مارنے والی ماں کو ۶/سال قید کی سزا

روس کی ایک عدالت نے ۱۱/ماہ کے بچے کو کمرے میں بند کر کے بھوک اور پیاس سے مارنے والی ماں کو ۶/سال قید کی سزا سنائی ہے۔روس کے شہر روسٹوو سے تعلق رکھنے والی ۱۷/سالہ وکٹوریہ کزنیٹ سوا اپنے ۱۱/ماہ کے بچے کو بھوکا پیاسا چھوڑ کر اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ہفتے تک تفریح پر چلی گئی اور جب واپس آئی تو بچہ مر چکا تھا۔پولیس کا عدالت میں کہنا تھا کہ ۱۷/سالہ وکٹوریہ اپنے شوہر کے ملٹری کی جاب پر واپس جانے کے بعد اپنے ۱۱/ماہ کے بیٹے ایگور کو واکر (Walker) میں چھوڑ کر اپنے دوستوں کے ساتھ ایک ہفتے کے لیے تفریح کرنے چلی گئی جب کہ اُس دوران بچہ بھوک اور پیاس سے تڑپتا رہا۔پولیس کا کہنا تھا کہ ملزمہ اس ایک ہفتے کے دوران اپنے کتے کو پانی پلانے کے لیے ایک بار گھر واپس آئی تھی، لیکن تب بھی اس نے اپنے بچے کو نہیں دیکھا۔تفتیش کے مطابق پولیس جب وکٹوریہ کے گھر پہنچی تو بچہ مردہ حالت میں تھا اور بھوک اور پیاس کی وجہ سے مردہ بچے کے جسم پر کھال اور ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔عدالت میں پولیس کی جانب سے یہ بھی بتایا گیا کہ ملزمہ وکٹوریہ اپنے بچے کو کالج کے دنوں میں بھی مارنے کی کوشش کر چکی ہے اور بچہ جب ۱/ماہ کا تھا تب وکٹوریہ اُسے یتیم خانے بھی چھوڑ آئی تھی لیکن یتیم خانے والوں نے بچہ ۷/ماہ کا ہونے کے بعد وکٹوریہ کو واپس دے دیا تھا۔جج نے اپنے فیصلے میں بچے کی موت کی تصدیق بھوک اور پیاس کی وجہ قرار دیتے ہوئے وکٹوریہ کو ۶/سال کی سزا سنا دی۔(نیوز ایکسپریس)

ترک فضائیہ کی عراق میں کارروائی کے دوران ۴۹/کرد جنگجو ہلاک

ترک فضائیہ نے عراق میں فضائی کارروائی کے دوران ۴۹/کرد جنگجوؤں کو ہلاک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ترک حکومت کی جانب سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ ترک فضائیہ نے عراق کے شمالی حصے میں کردستان ورکرز پارٹی کے ۱۹/ٹھکانوں پر بمباری کی ہے۔جس کے نتیجے میں ۴۹/کرد جنگجوؤں سمیت ان کے متعدد اہم ٹھکانے اور اسلحے کا ڈپو تباہ ہو گیا ہے۔ترک حکومت نے دعویٰ کیا ہے کہ کرد باغیوں کے جس گروہ کو نشانہ بنایا گیا ہے وہ ۱۹۸۰ کی دہائی سے ملک کے جنوب مشرقی علاقوں میں فعال تھے اور کارروائی کے دوران بھی وہ ترکی میں دہشتگردی کی کارروائی کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔واضح رہے کہ ترکی، شام سے ملحقہ علاقوں میں کرد جنگجوؤں کے خلاف بھی کارروائی کر رہا ہے، اس حوالے سے اسے غیر ملکی دباؤ کا بھی سامنا ہے۔(نیوز ایکسپریس)

بزنس، روزگار و کیریئر

پیاز کی کم از کم برآمد قیمت کی حد ختم

حکومت نے مقامی منڈیوں میں پیاز کے گرتے داموں کو دیکھتے ہوئے اس پر سے کم از کم برآمد قیمت کی حد ختم کر دی ہے، اس سے مقامی منڈیوں میں اس کے دام بڑھانے میں مدد ملے گی۔ غیر ملکی کاروبار ڈائریکٹوریٹ جنرل نے آج یہاں بتایا کہ تمام طرح کی پیاز کی برآمدات پر سے کم از کم قیمت کی حد ہٹالی گئی ہے۔(یو این آئی)

دودھ کے ساتھ اب شہد بھی فروخت کریگی مدر ڈیری

شہد کی مارکیٹنگ کو منظم شکل دینے کے لئے حکومت نے راجدھانی میں دودھ سے بنی اشیا کی مارکیٹنگ کرنے والی سرکاری کمپنی مدر ڈیری کے ساتھ شہد کی فروخت کے لئے اشتراک کیا ہے۔وزیر زراعت رادھا موہن نے راجیہ سبھا میں ضمنی سوالات کے جواب میں کہا کہ شہد کی فروخت کے لئے مدر ڈیری کے ساتھ شراکت کی گئی ہے اور اس کی شروعات پہلے راجدھانی دہلی سے کی جا رہی ہے۔ملک کے مختلف حصوں سے شہد جمع کر کے مدر ڈیری کے بوتھ سے فروخت کیا جائے گا (یو این آئی)

وسطانیہ فوقانیہ ومولوی کے فارم بھرنے کی تاریخ میں توسیع

درجہ وسطانیہ، فوقانیہ اور مولوی امتحانات ۲۰۱۸ء کا رجسٹریشن مع امتحان فارم اور پرمیشن فارم بھرنے کی تاریخ مین توسیع کر دی گئی ہے، بغیر تاخیری فیس کے فارم بھرنے کی آخری تاریخ ۱۹/فروری ۲۰۱۸ء ہے، تاخیری فیس کے ساتھ ۲۷/فروری تک فارم جمع کیے جا سکتے ہیں۔طلبہ وطالبات اپنے اپنے مدرسہ میں فارم جمع کریں گے، بورڈ میں ۲۰/سے ۲۴/فروری تک فارم جمع کیے جائیں گے، اس کے لیے مدرسہ بورڈ نے ضلع وار فہرست جاری کر دی ہے، بورڈ کے سکریٹری زاہد حسین نے بتایا کہ بغیر تاخیری فیس کے ۲۰/فروری کو پورنیہ، ارریہ، سہرسہ، سوپول، مدھے پورہ ضلع کے فارم جمع ہوں گے، جبکہ ۲۱/فروری کو کٹیہار، دربھنگہ، مشرقی چمپارن ضلع کے فارم جمع ہوں گے۔کشن گنج، مدھوبنی، سمستی پور اور ویشالی ضلع کے فارم ۲۲/فروری کو جمع کیے جائیں گے، سیتامڑھی، شیوہر، مظفر پور، گوپال گنج، سیوان اور سارن ضلع کے فارم ۲۳/فروری کو جمع ہوں گے۔پٹنہ، مغربی چمپارن، بھاگل پور، بانکا، بیگوسرائے، نالندہ، مونگیر، شیخ پورہ، نوادہ، گیا، اورنگ آباد، روہتاس، بھوج پور و دیگر اضلاع کے فارم جمع کرنے کی تاریخ ۲۴/فروری ہے۔تاخیری فیس کے ساتھ تمام اضلاع کے فارم بورڈ میں ۲۷/فروری کو جمع کیے جائیں گے۔(نیوز ہیڈ لائنز)

رحمانی تھرٹی سینٹر میں ۲۱/طالبات بھی زیر تعلیم، ڈھونڈ رہی ہیں اپنے خوابوں کی تعبیر

آج کے مسابقتی دور میں طالبات کسی سے پیچھے نہ رہیں، اس مقصد کے تحت رحمانی تھرٹی ایکسیلنس نے اورنگ آباد میں طالبات کے لیے الگ سے کوچنگ سینٹر شروع کیا ہے۔اس سینٹر میں ملک کے مختلف شہروں کی ۲۱/طالبات اپنے خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کے لیے پوری تندہی سے کوشش کر رہی ہیں۔رحمانی تھرٹی ایکسیلنس کے روح رواں فہد رحمانی کی کاوشوں سے یہ سینٹر شروع ہوا ہے۔پڑے گاؤں میں واقع سروش اسکول کی عمارت میں چھ مہینے پہلے شروع ہوئے طالبات کے اس سینٹر میں ملک کے مختلف شہروں سے تعلق رکھنے والی طالبات نیٹ (NEET) اور آئی آئی ٹی (IIT) مسابقتی امتحانات کی تیاری کر رہی ہیں۔ان طالبات میں آسام سے پہنچی دو طالبات بھی شامل ہیں، جو معاشی اعتبار سے انتہائی پسماندہ ہیں۔یہی نہیں وہ ہندی سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہیں، لیکن ان کے عزائم بلند ہیں رحمانی تھرٹی ایکسیلنس کے اساتذہ کا کہنا ہے کہ مختصر وقت میں ان طالبات نے امید سے بہتر مظاہرہ کیا ہے، اسلئے ان سے کافی توقعات وابستہ ہیں۔رحمانی تھرٹی ایکسیلنس کے اورنگ آباد میں طالبات کے لیے تعلیمی سینٹر قائم ہونے سے ریاست کی طالبات کو ایک سنہری موقع ملا ہے۔امید کی جانی چاہیے کہ دبے کچلے اور معاشی اعتبار سے پسماندہ بچیوں کے خوابوں کو حقیقت میں بدلنے کا یہ مشن ملک کے کونے کونے میں پھیلے، تاکہ مجبوری کسی ذہین بچے کی راہ کی رکاوٹ نہ بنے (نیوز ۱۸)

بجٹ ۲۰۱۸ء میں اقلیتی امور کے بجٹ میں ۵۰۵ کروڑ کا اضافہ

مرکزی حکومت نے وزارت اقلیتی امور کے بجٹ میں ۲۰۱۸-۲۰۱۹ء کے لیے گذشتہ سال کے مقابلہ میں ۵۰۵ کروڑ روپئے کا اضافہ کیا ہے، اس طرح اس سال وزارت اقلیتی امور کا بجٹ ۴۷۰۰ کروڑ روپئے ہو گیا ہے۔اس بجٹ میں حج سبسڈی سے بچے ہوئے ۲۰۰/کروڑ روپئے بھی شامل ہیں۔سال گذشتہ وزارت اقلیتی امور کا بجٹ ۴۱۹۵/کروڑ روپئے تھا۔(سنڈیکیٹ نیوز بیورو)

قرض سے دبی ایر انڈیا کو بیچنے کی تیاری پوری

قرض سے دبی ایر انڈیا کے پرائیوٹائزیشن کے لیے حکومت پوری طرح سے کمر باندھ چکی ہے۔حکومت کو امید ہے کہ ایر انڈیا کے پرائیوٹائزیشن کی کارروائی اس سال کے اخیر تک پوری ہو جائے گی۔ساتھ ہی جون تک ایر انڈیا کے لیے سب سے زیادہ بولی لگانے والی کمپنی کا نام سامنے آجائے گا۔وزیر برائے شہری ہوابازی جینت سنہا نے کہا ہے کہ قرض کے بوجھ سے دبی ہوائی کمپنی کو چار الگ الگ یونٹ میں فروخت کے لیے پیش کیا جائیگا۔ پرائیوٹ خریدار کے لیے ۵۱/فیصد کی حصہ داری ہوگی۔انہوں نے کہا کہ جلد ہی نیلامی کے سلسلہ کی ساری تفصیل سامنے لائی جائیں گی کہ کون سی چیزیں نیلام ہوں گی اور کون سرکار کے پاس رہیں گی۔قانونی طور پر یہ ساری کارروائی اسی سال پوری کر لی جائے گی۔(سنڈیکیٹ نیوز بیورو)

طب وصحت

ٹینشن اور ڈپریشن کے صحت پر اثرات

ذہنی تناؤ زندگی کا ایک حصہ ہے، تناؤ پر تحقیق کرنے والے ماہر ڈاکٹر ہانس سیلے کہتے ہیں: "تناؤ سے مکمل نجات موت کی مانند ہے۔ ہر روز چھوٹے موٹے کام کرنے کی تحریک ہمیں کم وبیش تناؤ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔" غیر ضروری تناؤ اگر بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ تو دوسری طرف یہ ہماری کارکردگی کو بہتر بنانے اور ہمیں فعال رکھنے کے لیے ناگزیر بھی ہے۔ ایک طویل مدت تک تناؤ میں مبتلا رہنے والے اپنی ساری توانائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور زیادہ جسمانی محنت کیے بغیر بھی انسان تھکن سے چور چور ہو جاتا ہے۔ تعمیری تناؤ زندگی میں کامیابی کے لیے مددگار ہوتا ہے، لیکن منفی تناؤ ہماری صلاحیت عمل اور ہماری صحت پر مضر اثر ڈالتا ہے۔ منفی تناؤ ہماری صحت کو کس قدر اور کس طرح متاثر کر رہا ہے۔ اس کو پہنچاننے کے لیے ان علامات پر غور کیا جانا چاہیے۔

ذہنی علامات ☆ تنگ مزاجی، بلا وجہ غصہ آنا ☆ یکسوئی میں کمی ☆ قوت فیصلہ سے محرومی ☆ بھلکڑ پن ☆ الجھے ہوئے خیالات

جسمانی علامات ☆ پٹھوں میں جکڑن (کندھوں اور کمر درد) ☆ سانس لینے میں بے ترتیبی ☆ ہتھیلیوں میں پسینا آنا ☆ ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ جانا ☆ منہ سوکھنا ☆ چکر آنا ☆ دل کی دھڑکن میں اضافہ ☆ جی گھبرانا ☆ بار بار پیشاب آنا ☆ دست آنا ☆ بے چینی کی وجہ سے ادھر ادھر ٹہلنا ☆ ہاتھوں پیروں میں کپکپاہٹ۔

عملی علامات زیادہ سگریٹ یا شراب پینا ☆ کھانے میں کمی یا زیادتی ☆ نیند میں کمی یا زیادتی ☆ ناخن کترنا ☆ سر کے بال نوچنا ☆ دوسروں سے ملنے جلنے سے اجتناب ☆ صفائی سے بے پرواہی ☆ ڈرائیونگ میں بے پروائی ☆ انگلیاں چلاتے رہنا، منہ بنانا، ہونٹ بجانا وغیرہ ☆ لگاتار بولتے رہنا ☆ کام میں بالکل ڈوب جانا یا پھر بار بار چھٹی لینا۔ اگر مذکورہ بالا علامات ایک طویل مدت قائم رہیں تو ان کے پس پشت تناؤ کی کارفرمائی بھی ہو سکتی ہے۔ معالج سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ تاکہ بر وقت اس کا تدارک کیا جا سکے۔ طویل مدت تک قائم رہنے والے تناؤ سے مندرجہ ذیل مسائل سامنے آسکتے ہیں۔ بلند فشار خون تبدیلیوں کے اس دور میں ہمیں بہت سے سمجھوتے جلدی جلدی کرنے ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ اپنے آپ کو ان تبدیلیوں سے کسی تناؤ کے بغیر ہم آہنگ کر لیتے ہیں، لیکن کچھ لوگوں کے لیے یہ آئے دن کی تبدیلیاں تناؤ کا سبب بن جاتی ہیں۔ بلند فشار خون (ہائی بلڈ پریشر یا ہائپر ٹینشن) کا تناؤ سے براہ راست تعلق ہوتا ہے۔ مقابلے اور مسابقت کے اس دور میں ہمیں بہت زیادہ ہوشیار اور محتاط یعنی تناؤ کی حالت میں رہنا ہوتا ہے اور یہ تناؤ بلند فشار خون میں بدل سکتا ہے بلند فشارِ خون کی دیگر وجوہ بھی ہوسکتی ہیں۔ اختلاج عام حالات میں ہمارا دل ساٹھ تا اسی بار فی منٹ کے حساب سے دھڑکتا ہے، لیکن جسمانی یا ذہنی محنت کے دوران اس کی حرکت 150 تا 200 فی منٹ ہو جاتی ہے۔ تناؤ سے بھی اختلاج ہوسکتا ہے۔ دل کا دورہ طویل مدت تک چلنے والے تناؤ سے خون میں گاڑھا پن آجاتا ہے اور کلاٹ بننے کے امکانات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں دل کا دورہ بھی پڑ سکتا ہے۔ آدھے سر کا درد سر کے آس پاس کے پٹھے جب تناؤ کے سبب بہت دیر تک دباؤ میں رہتے ہیں تو درد سر کا باعث بن جاتے ہیں۔ آدھے سر کا درد (میگرین) اس سے الگ اور کافی پیچیدہ ہوتا ہے۔ اس میں سر کی کچھ نسیں پہلے سکڑتی ہیں پھر فوراً ڈھیلی پڑ جاتی ہیں۔ میگرین کا درد سکڑتا ہوا سا محسوس ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا ایک سبب تناؤ بھی ہو۔ مستقل تھکن ہمہ وقت تھکن محسوس کرنا تناؤ کی سب سے عام علامت ہے۔ جسمانی محنت کے بعد تھکن کا احساس درست ہوتا ہے، لیکن جسمانی محنت کے بغیر ہمیشہ تھکن محسوس کرتے رہنے کا سبب تناؤ بھی ہوسکتا ہے۔ السر عموماً اس بیماری میں معدے کی اندرونی جلد چھل جاتی ہے۔ اس کی اہم ترین علامت درد ہے۔ ویسے تو تیزابیت (ACIDITY) کی جلن سے بچنے کے لیے معدہ خود حفاظتی لعابی تہ) میوکس: MUCUS بنا لیتا ہے، لیکن تناؤ کی حالت میں میوکس کم ہو جاتا ہے اور تیزابیت (ایسڈ) کی مقدار بڑھتی جاتی ہے۔ نتیجے میں اندرونی جلد چھل جاتی ہے اور زخم معدہ (السر) نمودار ہو جاتا ہے۔ تناؤ عموما اس بیماری کو پیدا نہیں کرتا بلکہ ابھارتا ہے۔ کمر میں درد اندیشہ ہائے دور دراز اور تناؤ کی وجہ سے جسمانی بے چینی اتنی بڑھ جاتی ہے۔ کہ متعلقہ شخص کو بالکل مفلوج کر دیتی ہے۔ اور اگر درد کمر کسی اور وجہ سے ہو تو کسی عزیز کی موت، خانگی مسائل، ملازمت، باہمی تعلقات میں ناخوش گواری وغیرہ سے پیدا ہونے والا تناؤ مرض کی شدت میں اضافہ کر دیتا ہے۔ الرجی یہ سچ ہے کہ صرف تناؤ ہی کی وجہ سے الرجی نہیں ہوتی لیکن تناؤ سے الرجی کا آغاز ضرور ہوسکتا ہے۔ بعد ازاں الرجی خود تناؤ کا سبب بن جاتی ہے۔ زکام کھانسی زکام اور تناؤ کا گہرا تعلق ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ تناؤ زیادہ ہونے کی حالت میں زکام انسان کو جلد اپنی گرفت میں لے لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تناؤ سے جسم کا دفاعی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ نظام ہضم بگڑنے کے دیگر اسباب کے علاوہ تناؤ بھی نظام ہضم کو خراب کرتا ہے۔ گھبراہٹ گھبراہٹ ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ ظاہر ہے کہ جب زندگی میں کوئی غیر متوقع مسئلہ سامنے آئے گا تو تھوڑی بہت گھبراہٹ محسوس ہوسکتی ہے۔ یہ گھبراہٹ صحت کی علامت ہے۔ کیوں کہ یہ ہمیں مسائل کو حل کرنے کے لیے تیار کرتی ہے۔ ان حالات میں یہ گھبراہٹ مفید ہے، کیوں کہ یہ ہمیں فعال بناتی ہے اور ہماری کارکردگی میں اضافہ کرتی ہے، لیکن جب یہ گھبراہٹ مستقل قائم رہے یا ایک طویل مدت تک ہم پر مسلط رہے تو اس سے ہمارا اعصابی نظام کمزور ہو جاتا ہے۔ دل کی دھڑکن بڑھ جاتی ہے۔ اور سانس تیزی سے چلنے لگتی ہے۔ منہ سوکھنے لگتا ہے اور پیاس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ نت نئے اندیشے انگڑائیاں لینے لگتے ہیں۔ اگر اس قسم کی گھبراہٹ اور اندیشوں کو کنٹرول نہ کیا جائے تو صحت خراب ہونا یا دیگر نفسیاتی مسائل کا پیدا ہونا باعث تعجب نہیں۔ افسردگی اور اضمحلال اس دنیا میں کوئی بھی انسان ایسا نہیں ہے جس نے زندگی میں تناؤ کا سامنا نہ کیا ہو۔ ہر ممکن کوشش کے باوجود ہر شے ہماری مرضی کے تابع نہیں ہوتی۔ اس ناکامی کے سبب ہم رنج والم سے دو چار ہوتے ہیں۔ ہم رنج والم کی وجہ سے بدمزاج ہو جاتے ہیں۔ ہماری خود اعتمادی کم ہو جاتی ہے۔ ہم زندگی کے ہر پہلو سے کچھ بے نیاز سے ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ افسردگی ایک طویل مدت تک ہم پر مسلط رہے تو ہماری صحت خراب ہو جاتی ہے، ہم مختلف بیماریوں کے چنگل میں گرفتار ہو سکتے ہیں ہم نفسیاتی امراض کا شکار بھی ہو سکتے ہیں، اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم تناؤ کی ان علامات کو بخوبی پہچان لیں اور تناؤ کے تسلط سے نجات حاصل کرنے کے لیے بر وقت مثبت کاروائی کریں۔ متوازن غذا اور مناسب ورزش کے ساتھ ساتھ تناؤ کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ آج کا نام نہاد ترقی یافتہ انسان تسخیر مہر و ماہ کے باوجود اپنے من پر قابو نہیں پا سکا ہے اور اس کی آسائشیں، سہولیات بلکہ تمام مادی وسائل اسے تناؤ سے مثبت طور پر نجات نہیں دلا سکے اور وہ آج پہلے سے زیادہ امراض کے چنگل میں ہے۔ فکر میں بنیادی تبدیلی غیر ضروری تناؤ سے نجات دلا سکتی ہے۔

ہفتہ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ ہفتہ رفتہ

وفیات

پرفیسر سہیل احمد خان سابق چیرمین اجمیر درگاہ کمیٹی و بہار اقلیتی کمیشن ۲۸/جنوری ۲۰۱۸ء کو پٹنہ کے پارس اسپتال میں رحلت کر گئے ان کی عمر ۷۶ سال تھی۔ ☆ نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کے بڑے بھائی ماسٹر محمد ضیاء الہدیٰ ضیا رحمانی کا دل کا دورہ پڑنے سے ڈیوٹی کے دوران ۲۸/جنوری کو انتقال ہوگیا، ان کی عمر ۵۸ سال کی تھی۔ ☆ مدرسہ اسلامیہ جامع العلوم مظفر پور کے استاذ القراء مولانا قاری نسیم احمد کا ۲۹/جنوری ۲۰۱۸ء کو پٹنہ میں وصال ہوگیا۔ ☆ مشہور ومعروف شاعر معصوم اشرفی اسیر نے بھی ۲۶/جنوری کو داغ مفارقت دیدی، وہ تقریبا ۷۹ سال کے تھے۔ ☆ رانچی کی مشہور علمی شخصیت اور امارت شرعیہ کے رکن شوریٰ جناب مولانا قاری علیم الدین صاحب کا مورخہ ۳۱/جنوری کو انتقال ہوگیا وہ تقریبا ۸۵ سال کے تھے۔ مذکورہ تمام اصحاب فکر ونظر کی شخصیت ہمہ جہت تھی ان حضرات نے اپنی دینی وعلمی کاوشوں سے نئی نسل کی آبیاری کی، انسان چلا جاتا ہے لیکن ان کے کارنامے اور یادیں باقی رہتی ہیں، یقین مانئے کہ یہ حضرات اپنے کاموں کی بنیاد پر یاد کئے جاتے رہیں گے، ان ہستیوں کا امارت شرعیہ سے گہرا تعلق تھا، ان میں بعضے وہ ہیں، جن کے رگ وریشہ میں فکر امارت سرایت کر چکی تھی، ان سبھوں کے انتقال پر امارت شرعیہ کے ذمہ دار حضرات وکارکنان نے دلی صدمے کا اظہار کیا۔

تحفظ شریعت کے موضوع پر خواتین کے اجتماعات کا سلسلہ جاری

ملک کی موجودہ مرکزی حکومت کی جانب سے مسلمانوں کے عائلی قوانین خصوصا طلاق ثلاثہ وغیرہ سے متعلق جو موقف اختیار کیا جا رہا ہے وہ نہ صرف مسلم خواتین بلکہ اس ملک کے لئے بھی خطرناک ہے، جس کو سمجھنا اور اس کے پس منظر میں اپنی شریعت کے تحفظ کی فکر کرنا ایک اہم دینی وایمانی ذمہ داری ہے۔

ایسے ہی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے امارت شرعیہ نے پہلے مرحلہ میں ضلع پٹنہ کے مختلف مقامات پر خواتین کو ان کے مقام، تعمیر ملک وملت میں ان کی حصہ داری، شریعت اسلامی میں ان کے حقوق وذمہ داریاں اور دین وشریعت کے خلاف حکومت کی سازشوں سے واقف کرانے کے لئے خواتین کے اجتماع کا اہتمام کیا ہے۔

چنانچہ اسی سلسلہ میں خواتین کے مسلسل اجتماعات پٹنہ کے مختلف حلقوں میں یکے بعد دیگرے ہو رہے ہیں، اب تک کم وبیش ۲۳/مقامات پر امارت شرعیہ کے زیر نگرانی خواتین کے چھوٹے بڑے اجتماعات ہو چکے ہیں، جن میں امارت شرعیہ کے علماء کرام نے خواتین کے درمیان ان کی ذمہ داریوں، مقام ومرتبہ اور تعلیم کے تعلق سے خطاب کیا، اور یہ سلسلہ انشاء اللہ ابھی چلتا رہے گا۔ اسی سلسلہ کے کچھ پروگرام ۳/فروری کو سرائے داناپور کی سرائے مسجد میں ۲/بجے تا ۴/بجے اور میوہ شاہ گلی سلطان گنج کے ذاکر حسین اسکول میں ۲/بجے سے ہونا طے پایا ہے، ۴/فروری ۲۰۱۸ء کو نیو عظیم آباد، باؤلی محلّہ، سنگی مسجد، مولا باغ، راجا بازار آشیانہ روڈ اور ایف سی آئی روڈ اسی طرح ۵/فروری ۲۰۱۸ء کو جامعۃ المومنات فیڈرل کالونی عیسیٰ پور میں منعقد ہونا طے پایا ہے، جن میں امارت شرعیہ کے مقررین خطاب فرمائیں گے۔ موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے بڑی تعداد میں خواتین سے ان پروگراموں میں شرکت کی اپیل ہے۔

ضمنی انتخابات میں بی جے پی کی شکست

راجستھان اور مغربی بنگال میں ہونے والے ضمنی انتخابات میں بی جے پی کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ راجستھان میں ایک اسمبلی سیٹ اور دو پارلیمانی سیٹ، جب کہ مغربی بنگال میں ایک اسمبلی اور ایک پارلیمانی سیٹ کے لیے انتخابات ہوئے، پانچوں سیٹوں پر بی جے پی کو شکست فاش ہوئی ہے، راجستھان کی تینوں سیٹوں پر کانگریس نے قبضہ جمایا تو وہیں مغربی بنگال کی دونوں سیٹیں ترنمول کانگریس کی جھولی میں گئیں۔ مغربی بنگال کی الوبیڑیا پارلیمانی حلقہ سے مرحوم سلطان احمد کی اہلیہ اور ترنمول کانگریس کی امیدوار ساجدہ احمد نے ریکارڈ ووٹوں سے کامیابی حاصل کی جبکہ شمالی چوبیس پرگنہ ضلع کے نواپاڑا اسمبلی سیٹ پر ترنمول کانگریس کے سنیل سنگھ جیتے، دوسری طرف راجستھان میں حکمراں جماعت بی جے پی کو شکست دے کر کانگریس نے منڈل گڑھ اسمبلی سیٹ کے علاوہ اجمیر اور الور لوک سبھا سیٹوں پر کامیابی حاصل کی ہے، اس ہار سے بی جے پی کو زبردست جھٹکا لگا ہے۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

پورے ملک میں امارت شرعیہ کے نظام کی ضرورت: مولانا سجاد نعمانی

کسی ریاست کو چیلنج کیے بغیر اسلامی تشخص کی حفاظت اور اس کے نظام وحدت کو قائم رکھنے کے لیے مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح امارت شرعیہ کی بنیاد ڈالی، یہ ان کی بالغ نظری کا ثبوت ہے اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ یہ باتیں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے ترجمان حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی نے امارت شرعیہ کی میٹنگ ہال میں امارت شرعیہ کے ذمہ داران و کارکنان کے درمیان کہیں، انہوں نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو ملک کے اس عظیم ترین ادارہ کی خدمت کا موقع فراہم فرمایا وہ کس اور کو حاصل نہیں ہے، انہوں نے فرمایا کہ ملک کے اوپر باطل کے یلغار کا سد باب کرنے کا واحد حل امارت شرعیہ کا پورا نظام ہے، کہ اگر کہیں مسلم قوم محکومیت کی زندگی گذار رہی ہے تو اس کو نظام امارت کے ساتھ وابستہ ہو کر ہی تنظیمی زندگی گذارنی چاہئے۔ میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہ فکر سجاد سے اس قدر متاثر تھے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اس ملک میں مولانا سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ملک کے لیے قیمتی سرمایہ تھی، کئی اعتبار سے ان کی شخصیت ایسی تھی کہ پورے ملک میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ ان کے بلند پایہ فکری سرمایہ سے امت کو بڑا فائدہ پہونچا، وہ حالات سے نہ گھبراتے تھے اور نہ ہی حوصلہ شکن ہوتے، ان کے اندر حکمت و ہمت کا حسین امتزاج تھا، میرے والد ماجد کو مولانا سجاد رحمۃ اللہ علیہ سے اس درجہ محبت و عقیدت تھی کہ میرا نام محمد سجاد انہیں کے نام کی نسبت سے رکھا۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ مہاتما گاندھی بھی مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، جب بہار میں مسلم انڈیپنڈنٹ پارٹی کی حکومت بنی تو مولانا محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی حکمت عملی سے ریاست کے دبے کچلے لوگوں کو اوپر اٹھانے کی حکمت عملی بنائی، مولانا سجاد اس ملک کے وحدانی جمہوریت کے علمبردار تھے، وہ متحدہ قومیت کے فلسفے کو پسند نہیں کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ بعض سیاسی جماعتوں کے ساتھ انضمام ہونے کے بجائے اشتراک عمل کے داعی تھے، جس سے ان کی بالغ نظری ظاہر ہوتی ہے۔ آج کے حالات میں اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ مولانا سجاد رحمۃ اللہ علیہ کی فکر کو عام کیا جائے اور عملی طور پر پورے ملک میں امارت شرعیہ کے قیام کے لیے لوگوں کے اندر فکرمندی پیدا کی جائے۔ بلاشبہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اجتماعی نظام کا ایک حصہ ہے۔ واضح ہو کہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری امیر شریعت حضرت مولانا ولی رحمانی دامت برکاتہم کی ایماء پر بورڈ کے سکریٹری اور ترجمان حضرت مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی اور حضرت مولانا محمد فضل الرحیم مجددی ناظم جامعۃ الہدایہ جئے پور و سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ پر مشتمل بورڈ کا ایک کارواں امارت شرعیہ آیا، اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان بزرگوں سے استفادہ کا موقع ملا، امارت شرعیہ کے نائب ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی نے مہمانوں کا تعارف کراتے ہوئے کلمات تشکر میں کہا کہ مولانا مدظلہ نے بہت ہی قیمتی نصیحتیں کی جو ہم سبھوں کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں، آخر میں حضرت مولانا محمد فضل الرحیم مجددی کی دعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ اس پروگرام میں امارت شرعیہ کے ذمہ داروں، کارکنان اور تربیت قضاء کے طلبہ کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

ہر گھر کو تعلیم اور تہذیب کا گہوارہ بنائیے: ناظم امارت شرعیہ

ڈاکٹر عثمان غنی کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ کے علاوہ پٹنہ کے ۲۵/ مقامات پر خواتین کا اجتماع

ایک اچھا معاشرہ اچھے لوگوں سے مل کر وجود میں آتا ہے۔ اور اچھا انسان اچھی پرورش سے بنتا ہے، اور ہر انسان کی پرورش اس کے گھر سے شروع ہوتی ہے، اس لیے ہر مرد و عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے گھر میں تعلیم اور تہذیب کا ماحول پیدا کرے، خاص طور سے اس میں عورتوں کے اوپر سب سے بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح پرورش کریں، ان کے اندر اسلامی تہذیب اور دینی مزاج پیدا کریں اور ان کو صحیح اور نفع بخش تعلیم دیں۔ ماں کی گود ہی بچوں کا پہلا مدرسہ ہوتا ہے، یہاں وہ جو کچھ بھی سیکھتا ہے اور جس نہج پر اس کی پرورش ہوتی ہے، ساری زندگی اس کا اثر اس کی فطرت میں باقی رہتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری مائیں اور بہنیں اپنے بچوں کی پرورش کی طرف سے غافل ہو گئی ہیں، وہ اپنے بچوں کو وقت نہیں دیتی ہیں، ان کا بچہ کیا پڑھ رہا ہے، کیسے زندگی گذار رہا ہے، کس سے مل رہا ہے، کن سرگرمیوں میں پڑا ہوا ہے، اس کی نگرانی نہیں کرتی ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ ہماری نئی نسل اپنی تہذیب اور اسلامی مزاج سے ناآشنا ہوتی جا رہی ہے، اپنی شریعت سے دور ہوتی جا رہی ہے، اسی کی وجہ سے معاشرہ میں یہ سب خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس لیے اگر ہمیں اپنے معاشرہ کو بہتر بنانا ہے تو تمام عورتیں اور ہر مرد تہیہ کریں کہ وہ اپنے بچوں کو وقت دیں گے اور ان کے اندر دینی مزاج پیدا کریں گے، ان کو دین و شریعت سے صحیح طور پر آشنا کریں گے۔ ان خیالات کا اظہار ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے ڈاکٹر عثمان غنی کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ ہارون نگر سیکٹر۔۲ میں خواتین کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ اس اجتماع میں ڈاکٹر عثمان غنی کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ کی استانیوں اور طالبات کے علاوہ مختلف محلوں کی خواتین بڑی تعداد میں جمع ہوئی تھیں۔ واضح ہو کہ حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی صاحب کی ہدایت پر امارت شرعیہ نے پورے پٹنہ میں خواتین کے درمیان اصلاحی پروگرام کا سلسلہ شروع کیا ہے، اب تک تقریباً پچیس مقامات پر چھوٹے بڑے اجلاس منعقد ہو چکے ہیں۔ مورخہ ۲۸/ جنوری کو پورے پٹنہ میں ۱۴/ مقامات پر اجلاس منعقد ہوئے، جس میں امارت شرعیہ کے علماء کرام نے خواتین کے درمیان اصلاح معاشرہ، شرعی احکام کی حکمت و مصلحت اور تعلیمی فروغ کے حوالہ سے تقریر کی۔

عثمان غنی انسٹی ٹیوٹ میں منعقد اجلاس میں ناظم صاحب نے طلاق سے متعلق سماجی خرابی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات صحیح ہے کہ طلاق سے معاشرہ کا بہت نقصان ہے، لیکن بعض صورتوں میں جب نباہ کی صورت نہیں ہوتی تو طلاق ایک ضرورت بن جاتی ہے۔ حکومت کے طلاق مخالف بل کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حکومت کا بل مسلم معاشرہ کے فائدے کے لیے نہیں ہے، بلکہ اس سے مسلم مردوں کو جیل میں بھرنے کی حکومت کی منشاء ظاہر ہوتی ہے، یہ بل سراسر اسلامی شریعت کے خلاف ہے اور مسلمانوں کے لیے قابل قبول نہیں ہے۔ اجتماع میں موجود سبھی خواتین نے بیک آواز ناظم صاحب کے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ مسلم خواتین شریعت کے معاملہ میں کسی مداخلت کو برداشت نہیں کریں گی، وہ اپنے مسائل کا حل اپنے علماء سے شریعت کے مطابق ہی چاہتی ہیں۔ اس سے قبل نوجوان عالم دین مولانا عبد الرحمٰن قاسمی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا میں جو ہم ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، ہمارے ایمان پر حملے ہو رہے ہیں، ہمارے مسلم پرسنل لا میں مداخلت کی کوشش ہو رہی ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم خود قرآن و حدیث اور شریعت سے دور ہو گئے ہیں، اگر ہمارا عمل شریعت کے مطابق ہوتا تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ مخالفین کو ہمارے شرعی قوانین میں مداخلت کی کوشش کرنی پڑتی، مثال کے طور پر اگر مسلمان شریعت کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق نکاح اور طلاق کے طریقہ کو اختیار کیے ہوئے ہوتے تو ایک بارگی تین طلاق کا مسئلہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ افسوس ہم سنت سے ہٹتے جا رہے ہیں، شریعت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے طالبات کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جس طرح آپ بی اے، ایم اے، ڈاکٹریٹ یا انجینئرنگ کر سکتی ہیں، کیا قرآن کا ترجمہ، تفسیر اور اس کا مطلب نہیں پڑھ سکتیں؟ حدیث نہیں پڑھ سکتیں؟ کل قیامت میں کیا جواب ہوگا جب قرآن سے متعلق پوچھا جائے گا کہ کتنا پڑھا اور کس قدر عمل کیا؟ مولانا موصوف نے تعلیم پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مرد پڑھتا ہے تو ایک فرد پڑھتا ہے، لیکن جب عورت تعلیم یافتہ ہوتی ہے تو وہ پورے خاندان کو تعلیم یافتہ بنا سکتی ہے۔ ہر مرد کی ترقی اور تنزلی، اس کے اچھا بننے اور برا بننے میں کسی نہ کسی درجہ میں عورت کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ انہوں نے موجودہ معاشرہ کی عمومی برائیوں کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے ان سے دور رہنے کی تلقین کی۔ ایک اور نوجوان عالم دین مولانا وصی احمد قاسمی نے کہا کہ عورتوں کو جتنی عظمت اسلام نے دی ہے، ایسی عظمت اور ترقی کسی مذہب نے نہیں دی، بلکہ دیگر مذاہب میں تو عورت کو یا تو جانور سمجھا گیا یا خواہشات کو پورا کرنے کا ذریعہ۔ اسلام نے نہ صرف عورت کو مساوات کا درجہ دیا، بلکہ اس کی عظمت سے دنیا کو روشناس کرایا۔ انہوں نے کہا کہ عورتوں کو اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچاننا ہوگا اور سماج کی اصلاح اور معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے آگے آنا ہوگا، اور اس کی شروعات ہر خاتون اپنے گھر سے کرے اور اپنے گھر کو اسلامی اور تعلیم یافتہ بنانے کی کوشش کرے۔ خواتین کے اس اجتماع میں موجود بعض خواتین نے پروگرام کے بعد علماء کرام سے سوالات بھی کیے، ناظم امارت شرعیہ نے ان سوالات کے تشفی بخش جواب دیے۔ بعد میں چند خواتین نے پریس کو انٹرویو بھی دیا اور طلاق مخالف بل کے تئیں اپنے غم و غصہ اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس پروگرام میں انسٹی ٹیوٹ کے سکریٹری جناب انعام خان، آئی آئی سی ای کے پرنسپل جناب عرفان احمد خان، معاون ناظم امارت شرعیہ مولانا افتخار احمد نظامی، مولانا رضاء اللہ قاسمی وغیرہ بھی شریک تھے۔ مدرسہ فیض القرآن لعل میاں کی درگاہ پھلواری شریف میں منعقد ایک پروگرام میں نائب ناظم امارت شرعیہ مولانا محمد شبلی القاسمی و مولانا سہیل احمد ندوی نے شرکت کی اس پروگرام میں اجتماع کی صدارت کرتے ہوئے مولانا محمد شبلی القاسمی نے فرمایا کہ صالح معاشرہ کی تشکیل میں عورتوں کا بڑا کردار رہا ہے، اس کردار کو بحال کرنے کی ماضی کے مقابلہ میں آج شدید ضرورت ہے، خواتین پر مشتمل اجلاس شہر سے لے کر گاؤں تک مختلف جماعتوں اور اہل علم و فکر کی طرف سے منعقد ہونا چاہئے۔ ہولی ویژن اسکول سمن پورہ میں خواتین کے عظیم الشان اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے مولانا محمد شبلی القاسمی نائب ناظم امارت شرعیہ نے فرمایا کہ خواتین اسلام کی بیداری اور اس کی حمیت اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے، مجھے اس بات پر فخر ہے کہ آج بھی مسلم خواتین مکمل طور پر اسلام پر قائم ہیں، حکومت ہند جب طلاق مخالف بل اپنی عددی قوت کے نشے میں پارلیامنٹ سے منظور کرا چکی ہے، تو جس طرح مردوں نے اس بل کی مخالفت کی اسی طرح خواتین اسلام نے پوری قوت سے اس بل کے خلاف ملک گیر تحریک چلائی، جو آج بھی جاری ہے، یہ ان کے ایمان کی پختگی کی دلیل ہے۔ مولانا سہیل احمد ندوی نائب ناظم امارت شرعیہ نے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا کہ سرکار کا یہ بل مسلم تہذیب اور عورتوں کے حقوق پر ڈاکہ زنی ہے، جس کی ہر سطح پر مخالفت ضروی ہے، مولانا نے خواتین خواتین کو اسلام پر مضبوطی سے عمل کرنے، نماز و تلاوت کی پابندی کرنے اور دعاؤں کی کثرت کی ترغیب اپنے خطاب میں دیا اور خواتین اسلام سے مسلم پرسنل لا بورڈ سے مضبوط رابطہ کا بھی عہد لیا۔

راقم الحروف کی شرکت بھی کئی اجلاس میں ہوئی، جس میں راقم نے عورتوں کی عظمت اور مقام و مرتبہ کو یاد دلانے کے ساتھ موجودہ طلاق مخالف بل کی خامیوں سے واقف کرایا۔ محلّہ کربلا پھلواری شریف کے اجتماع میں راقم نے کہا کہ حکومت کا طلاق مخالف بل مسلم پرسنل لاء میں کھلی مداخلت اور قرآن پاک کے نظام طلاق پر ظالمانہ حملہ ہے، ہم مسلمان مرد و عوت کسی قیمت پر مسلم پرسنل لا سے دست برداری اور قرآن پاک سے دوری قبول نہیں کر سکتے، حکومت کا طلاق مخالف بل گہری سازش کا نتیجہ ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کو پریشان کر کے اس کی اقدامی صلاحیت کو کچلنا، نوجوانوں کو بلا وجہ ہراساں کرنا، جیل میں بند کرانا اور آباد خاندان کے نظام کو درہم برہم کرنا ہے۔ ہم اس ناانصافی کی کھلی مخالفت کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں، کہ زندگی کے آخری لمحے تک شریعت کی حفاظت کریں گے۔ تین طلاق کی تعداد حالیہ سروے کے مطابق صرف چند ہزار ہیں اور حکومت ان ہی مختصر خواتین کی ہمدردی کا راگ الاپ رہی ہے، جب کہ سماج میں لاکھوں بیوائیں ہیں، لاکھوں بیٹیاں روپئے کی کمی کی وجہ سے شادی کی نعمت سے محروم ہیں، اور لاکھوں تعلیم یافتہ مسلم لڑکیاں ملازمت کے لیے اور اچھی تعلیم گاہوں میں داخلے کے لیے ترس رہی ہیں، لیکن حکومت اس کے لیے کچھ بھی نہیں کر رہی۔ یہ قانون سرا دھوکہ اور بہلاوا ہے۔ اس کے علاوہ پٹنہ کے تقریباً ۲۵ مقامات پر اب تک خواتین کے اجتماع منعقد ہو چکے ہیں، جس میں امارت شرعیہ کے علماء کرام نے خطاب کیا، خواتین کی بڑی تعداد ان پروگراموں میں شریک ہوئی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری رہے گا اور مورخہ ۳/۴/ اور ۵/ فروری کو بھی کئی مقامات پر اجلاس ہوں گے۔ جبکہ مورخہ ۶/ فروری کو خواتین کا ایک عظیم الشان خاموش احتجاجی جلوس بھی انجمن اسلامیہ ہال سے کرگل چوک گاندھی میدان تک نکالا جائے گا۔

(**بقیہ: دستور کی حفاظت سب سے بڑا مسئلہ**) ہماری بڑی آبادی کے تن پر کپڑے نہیں ہیں، پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملتی، وہ فاقہ مست ہیں، مگر دوسروں کی ستر پوشی کررہے ہیں، ان غریب بنکروں کو اوپر اٹھانا صرف دستوری ذمہ داری اور قانونی جواب دہی نہیں، شرافت کی علامت بھی ہے، صدیوں سے پچھڑے یہ بنکر آزاد ہندوستان میں غلامی کی علامتوں کو اپنے سے ہٹا نہیں سکتے اور آزادی کی روشنی اور ترقی کی نعمتیں ان جھونپڑیوں میں پہونچانا ہم سبھوں کا فرض ہے۔

ان مختصر جملوں میں مجھے اقلیتوں کے مسائل کی فہرست پیش نہیں کرنا ہے، یہ صرف اشارے ہیں، کام بہت ہیں، منزل دور، مگر یاد رکھئے! بیداری ذہانت اور مسلسل جدو جہد کے بغیر یہ دور سے نظر آتی منزل قریب نہیں آسکتی۔

ہم حکومت سے اپنی بات کہیں، یہ ہم سبھوں کا جمہوری حق ہے، یہ بھی حقیقت ہے کہ صوبائی حکومتوں نے ہماری بہت سی باتیں مانی ہیں اور بہت سی باتوں کو منوانا بھی ہے، ایک عملی دشواری یہ ہے کہ حکومتوں کا ایک خاص مزاج بن گیا ہے، وہ سلیقہ کی باتوں کو بدسلیقگی سے سننا پسند کرتی ہیں، وہ جائز مطالبات کو بھی اس وقت تک قابل توجہ نہیں سمجھتی جب تک توجہ مبذول کرنے کے لیے ناجائز حرکتیں نہ کی جائیں، اخلاق وشرافت کے لہجے انہیں متأثر نہیں کرتے، بداخلاقی اور بدتمیزی کے مظاہرے ہی ان کی سمجھ میں آتے ہیں، میں یہ مشورہ نہیں دیتا کہ اپنے مطالبات کو منوانے کے لیے خودسوزی کرے، کوئی آمرن انشن کرے، کوئی توڑ پھوڑ کی جائے، یہ جان خدا کی دی ہوئی قیمتی نعمت ہے اور توڑ پھوڑ میں نقصان ہونے والا سرمایہ وطن عزیز کا ہے، ہمیں جان اور سامان دونوں کا احترام کرنا چاہئے، مگر ایسی راہیں بہرحال تلاش کرنا ہوگی، جن کے ذریعہ فرش نشیں تخت نشیں کو متوجہ کرسکیں۔ اس مقصد کے لیے ضرورت ہے، مسائل وضروریات کو سمجھنے کی، ان کی صحیح ادراک اور اہمیت کے احساس کی، سیاسی پارٹیوں سے اوپر اٹھ کر مشترکہ جدو جہد کی، ہم مختلف پارٹیوں میں رہتے ہوئے، مختلف قسم کی وفاداریوں کو نبھاتے ہوئے بھی اقلیتوں کے وفاداری کے پرچم کے علمبردار ہوسکتے ہیں۔

اس لیے اکثریت کے سیکولر ذہن رکھنے والے، مخلص افراد کے ساتھ اقلیتوں کے مسائل کے حل کی جدو جہد کی جائے اور ایسا ماحول بنایا جائے، جس میں نفرت کی جگہ محبت ہو، جہاں حق تلفی کی آواز کم سنائی دے، دادرسی کا حوصلہ زیادہ ہو اور ہم سب مل جل کر وطن کے گرد منڈلانے والے خطرات کا اجتماعی طور پر مقابلہ کرسکیں۔

اگر ہم نے مشترکہ جدو جہد کی سمت میں چند مضبوط قدم بھی آگے بڑھائے تو یہ قدم اقلیتوں اور اس ملک کی تقدیر سنوارنے میں سنگ میل ثابت ہوں گے۔

خدا ہماری کوششوں کو کامیاب بنائے، اس ملک کو محفوظ رکھے اور ہم سبھوں کو دنیا میں کامیاب اور آخرت میں سرخرو فرمائے۔ (آمین) (۲۲/نومبر ۱۹۹۱ء کو انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں کی گئی تقریر کا خلاصہ)

(**بقیہ ماسٹر ضیاء الہدیٰ ضیا رحمانی**)

فجر کی نماز کے بعد اشراق تک یہی ان کا مشغلہ تھا، بعض مخصوص سورتیں سورۃ یٰسین، سورۃ رحمان، سورۃ مزمل اور سورہ واقعہ روزانہ ہی پڑھتے، اس کے علاوہ کئی کئی پارے روز پڑھ لیتے اور رمضان میں کئی کئی ختم کرلیا کرتے، گاؤں میں مستقل امام نہیں ہوتا تو وہ کم از کم چار وقت کی نماز ضرور پڑھاتے، عصر، مغرب، عشا اور فجر، ظہر میں اسکول کا وقت ہوتا اس لیے وہ وہیں ادا کیا کرتے، نماز سے خاص عشق تھا، نہ خود غفلت کرتے اور نہ دوسروں کی غفلت کے روادار ہوتے، حسب مقام ومرتبہ زجر وتوبیخ، ڈانٹ ڈپٹ نہیں تو کم از کم اشارے کنایے میں اپنی بات کہہ جاتے۔ عید کی چاند نکلنے کے بعد بھی ہم لوگوں کے کہنے سننے پر تھوڑی دیر کے لیے گھر آتے اور پھر مسجد چلے جاتے، فرماتے، لیلۃ الجائزہ سے محرومی بڑی محرومی ہوگی، شب قدر شب برات کے علاوہ لیلۃ الجائزۃ یعنی عید کی رات میں عبادت کا خاص اہتمام کرتے، انہوں نے اپنی زندگی کا تین ہدف مقرر کر رکھا تھا، اللہ کی عبادت، درس وتدریس اور غریبوں کی مدد، وہ اپنے اس ہدف سے پوری زندگی نہیں ہٹے، وہ اچھے انسان اور مکمل مسلمان تھے، شرک وبدعات سے الحمد للہ میرا گھرانہ شروع سے متنفر رہا ہے، وہ دینی معاملات میں پوری ندگی اسی ڈگر پر چلتے رہے، یہاں تک کہ اللہ نے انہیں اپنے پاس بلالیا۔

وہ انتقال سے دو دن قبل ۲۶/جنوری ۲۰۱۸ء سب بھائی اور ان کے بچوں سے ملنے کے لیے انہوں نے خصوصی وقت نکالا تھا، اور بڑا وقت نکالا تھا، اس دن مل ملا کر وہ کوئی ڈھائی بجے رات گھر پہونچ پائے، ایک ماہ قبل خالہ زاد بھائی محمد شمیم صاحب چک چمیلی کا انتقال ہوا، تو فرمایا: بھائیوں میں ہاتھ لگ گیا، اب میری ہی باری ہے، یہ جملے یقیناً موت کے خیال سے نہیں نکالے تھے، لیکن زبان پر جاری ہونے والے یہ کلمات من جانب اللہ تھے، جو اس بات کی غمازی کررہے تھے کہ سفر تمام ہونے والا ہے۔

اس خاندان کو سجانے، سنوارنے، بنانے اور بچانے میں بھیا مرحوم اور بھابھی (اللہ انہیں صحت وعافیت کے ساتھ درازی عمر عطا فرمائے) کا بڑا ہاتھ رہا، ان کے ایثار وقربانی اور جذبۂ اخوت نے مختلف موقعوں سے اس خاندان کو شیشہ پلائی ہوئی دیوار بنا کر رکھا، وہ کسی کا بُرا نہیں سوچتے تھے اور نہ بُرا کرتے تھے۔

۱۲/اگست ۱۹۷۸ء کو خانقاہ رحمانی مونگیر جا کر حضرت امیر شریعت رابع مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ سے والد مرحوم کے ساتھ بیعت ہوئے تھے، حضرت کے بعد انہوں نے مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کے دست مبارک پر تجدید بیعت کیا تھا کئی سالوں کے بعد گذشتہ سال فاتحہ کی مجلس میں اپنے لڑکے اور داماد کے ساتھ شریک ہوئے تھے اور وہاں سے بافیض وبامراد واپس ہوئے تھے۔

ہمارا آبائی گاؤں انہیں کے دم قدم سے آباد تھا، ان کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی، دسترخوان بھی دل کی طرح وسیع تھا، جس میں بڑا ہاتھ ہماری بھابھی کا بھی رہا ہے، امارت شرعیہ کے میڈیکل کیمپ اور نور اردو لائبریری کے پروگراموں کے اصل میزبانی وہی کیا کرتے تھے، میرے بچوں کا وہاں رہنا نہیں ہوتا تھا، اس لیے سارا بوجھ وہی اٹھایا کرتے تھے، میرا کام صرف فون پر اطلاع دیدینا عموماً ہوا کرتا تھا، بھیا کی یادوں کو سمیٹنا آسان نہیں ہے۔

کبھی فرصت میں سن لینا، بڑی ہے داستان میری

(**بقیہ حضرت مولانا علی میاں**) اور عمل کی وہ اسپرٹ لوگوں میں پیدا کی جو بڑی سے بڑی کتابیں اور مقالے بھی نہیں کرسکے۔

اس تقریر نے لوگوں پر خاص اثر چھوڑا، تعلیمی اداروں میں اس تاریخی جملہ کی تختیاں لگ گئیں اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ غیرت وحمیت کے اس سبق کو لوگوں نے پھر سے یاد کرلیا ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ اس صدی کے آخر پچاس سالوں میں مختلف ممالک میں اسلامی غلبہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کی جو زیریں لہریں اور سطح آب پر جو تموج پیدا ہوا ہے؛ وہ حضرت مولاناؒ کی اس تقریر کا اثر اور ان کے خلوص کی کارفرمائی ہے، یقیناً اس کے کچھ داخلی اور خارجی عوامل بھی ہیں اور دوسرے کئی داعیان اسلام حسن البناؒ، سید قطب شہیدؒ، مولانا مودودیؒ وغیرہ کا بھی اس میں اہم حصہ رہا ہے، لیکن عمومی طور پر حضرت مولانا کی اس تقریر اور اس پر مشتمل تحریروں کے ذریعہ اسلامی احیاء اور بیداری کا بڑا کام ہوا ہے اس سے انکار کوئی بھی دانشور وباخبر نہیں کرسکتا۔

اخیر عمر میں حضرت مولاناؒ نے دعوت کے لیے جس موضوع کو سب سے زیادہ اپنایا اور پیش کیا وہ "مَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" (میرے بعد تم کس کی عبادت کروگے) ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس جملہ کو جسے قرآن میں ذکر کیا گیا ہے، اس کے تاریخی پس منظر اور خاندانی ماحول کے حوالہ کے ساتھ حضرت مولاناؒ نے بار بار بیان کیا، کئی جلسے اور جمعیت شباب اسلام کے دو تربیتی کیمپ میں اس موضوع پر حضرت مولانا کی تفصیلی تقریر سننے کی سعادت مجھے بھی ملی۔ گویا جیسے جیسے حضرت کے وصال کا وقت قریب آتا جاتا تھا، وہ ہم سب سے بار بار یہ پوچھتے تھے کہ میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ خدانخواستہ راستہ سے بھٹک تو نہ جاؤگے؟ ایک داعی اور مفکر کو یہ غم کھائے جارہا تھا، وہ دیکھ رہے تھے کہ ہر چہار طرف سے اسلام دشمن طاقتیں یلغار کررہی ہیں، اسلامی اقدار سے محبت اور اس پر عمل کا جذبہ ختم ہوتا جارہا ہے، ٹی وی، انٹرنیٹ، اور ویب سائٹ کے ذریعہ فحاشی کو عام کرنے کا شیطانی منصوبہ کامیاب ہوتا جارہا ہے، ایسے میں ایک عظیم داعی اور مفکر کو اس کی فکر ہونی ہی چاہئے سو حضرت مولاناؒ نے اخیر سانس تک یہ فکر جاری رکھی اور ہمارے لیے ایک ایسا پیغام چھوڑ گئے جسے ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔

حضرت مولانا کی خدمات اور ان کی نگارشات پر اہل علم نے اس سمینار کے لیے بڑے اہم مقالے لکھے ہیں اور بعد میں بھی یہ سلسلہ چلتا رہے گا، لیکن میں اس مختصر مضمون میں حضرت مولاناؒ کی دعوت کے اہم پہلوؤں کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت مولاناؒ نے جو پیغام ہمیں دیا ہے اس کے تین اہم ہیں۔

۱۔ استقامت دین

اللہ کو رب مان کر اس پر اس طرح جم جانا کہ بڑی سے بڑی مصیبت، کڑی سے کڑی آزمائش، زیادہ سے زیادہ مال ودولت، عظیم جاہ ومنصب کی پیش کش بھی ہمیں دین کے راستہ سے نہ ہٹا سکے، ہماری زندگی میں اللہ کو رب ماننے کا اثر دکھائی دے اور "کونوا ربانیین" کا عملی نمونہ ہر گاؤں، بستی، اور شہر کے لوگ ہوں۔

۲۔ دینی غیرت

دوسرا پیغام حضرت مولاناؒ نے ہمیں دینی غیرت کا دیا ہے، خود دین پر عمل پیرا ہوں اور اس معاملہ میں ہماری حساسیت اور غیرت اس درجہ کی ہو کہ دین کے چھوٹے سے چھوٹے جزء سے دستبردار نہ ہوں، ہم دین میں کمی بیشی کرنے والوں کو یہ احساس دلادیں کہ ہمارے جیتے جی یہ ممکن نہیں ہے، اس کے لیے اسلام دشمنوں کو ہماری لاشوں پر سے گزرنا ہوگا، ہم اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کرسکتے ہیں، لیکن دین کا تیاپانچہ برداشت نہیں کرسکتے۔

۳۔ تیسرا کام جو حضرت مولاناؒ نے ہمارے سپرد کیا ہے وہ آنے والی نسلوں کی جانب سے اس بات کا یقین کہ وہ اس راستے سے بھٹکیں گے نہیں، وہ اللہ کے دین پر قائم رہیں گے، شرک وبدعات سے دور رہیں گے، اور بھٹکی ہوئی انسانیت کو راستہ پر لانے کی ان تھک جدو جہد میں لگے رہیں گے۔

آج حضرت مولاناؒ کی اس دعوت کو اپنی زندگی میں اتارنے کی ضرورت ہے، حضرت مولاناؒ نے پوری زندگی اسی کے لیے جدو جہد کی، اور ہمارے ذمہ یہ کام کرگئے کہ ہم آنے والی نسلوں تک اسے منتقل کرتے رہیں، اگر ہم نے اس کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا تو یہی حضرت مولاناؒ کو صحیح خراج عقیدت ہوگا اور آج اسی خراج عقیدت کی دنیا کو ضرورت ہے۔

اعلان مفقود الخبری

● **مقدمہ نمبر ۱۱۱/۲۳۲۱۴/۳۹ھ** صاحبہ پروین بنت محمد فیروز مقام عالم گنج پیٹھان ٹولی، گلزار باغ، پٹنہ۔ مدعیہ۔ بنام۔ محمد سونو ولد محمد شہباز مقام وڈاکخانہ لامعلوم ضلع دھنباد، جھارکھنڈ، مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں آپ کے خلاف پانچ سالوں سے غائب ولاپتہ ہونے نان ونفقہ اور حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ مطابق ۷/مارچ ۲۰۱۸ء روز بدھ کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ ہذا فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

● **مقدمہ نمبر ۱۶۲/۲۴۰۱/۳۸ھ** (متدائرہ دارالقضاء کشن گنج) لوسی پروین بنت نوازش حسین مرحوم مقام سونتھا پروان ٹولی تھانہ کوچادھامن ضلع کشن گنج۔ مدعیہ۔ بنام سہیل اختر ولد محمد سلیم مقام سندر باڑی ڈاکخانہ سونتھا تھانہ کوچادھامن ضلع کشن گنج۔ مدعا علیہ۔ اطلاع بنام مدعا علیہ۔ مقدمہ ہذا میں مدعیہ نے آپ کے خلاف دارالقضاء کشن گنج میں ڈیڑھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے اور نان ونفقہ ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ پیشی ۱۹/جمادی الاخری ۳۹ھ مطابق ۷/مارچ ۲۰۱۸ء روز بدھ کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹/بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ حاضر ہو کر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ مذکورہ تاریخ پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں مقدمہ فیصل کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

جلد نمبر 66/56/شمارہ نمبر 6 پرنٹر پبلیشر سہیل احمد ندوی نے جی ایم آفیسٹ پریس دریا پور پٹنہ 9934188997 میں چھپوا کر ہفتہ وار نقیب امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ ۸۰۱۵۰۵ سے شائع کیا۔

WEEK ENDING 05/02/2018
فون نمبر 2555351,2555014,2555668 فیکس 0612-2555280
Web. www.imaratshariah.com, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com

کیا دل ہے کہ آرام سے اِک سانس نہ لے ہے
محفل سے جو نکلے ہے تو خلوت میں جلے ہے
(پروفیسر محمد کلیم عاجز)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND
THE NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF,PATNA 801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-15-17
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

ہندوستان اوراسرائیل کی دوستی

ہندوستان اوراسرائیل کے وزراء اعظم نریندرمودی اور بنیامن نیتن یاہو جس طرح اپنی دوستی کا برملا اظہار کررہے ہیں اوردونوں ملکوں کے درمیان جیسی سیاسی ،معاشی ،فوجی اور کچھ حدتک نظریاتی کھچڑی پک رہی ہے،اس سے کئی سوالات کھڑے ہوئے ہیں۔ایک وہ وقت تھاجب ہندوستان اسرائیل کے قیام کے خلاف تھااوراقوام متحدہ میں اس کے قیام کے خلاف ووٹنگ کی تھی ،آج ایسادوست بن گیا،جس کی مثال دی جارہی ہےاوراس پراس طرح فخر کا اظہار کیا جارہا ہے جیسے اسرائیل ہندوستان کی ضرورت ہے،نہ کہ ہندوستان اسرائیل کی ضرورت،جبکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے،قیام اسرائیل کے وقت تو دور اس کے ساتھ سفارتی تعلقات کے قیام کے وقت بھی کوئی سوچ نہیں سکتا تھا کہ ایک دن دونوں اتنے قریب آجائیں گے کہ ایک دوسرے کے لیے کسی بھی حدتک جانے کوتیار رہیں گے،کہاں ہماری خارجہ پالیسی میں فلسطین کو ترجیحی مقام حاصل تھا،تعلقات اورحمایت کے معاملے میں فلسطین کے بعداسرائیل کانمبر آتا اور آج سوچتے ہیں کہ فلسطینی کاز کی حمایت سے کہیں اسرائیل ناراض تونہیں ہوگا، خارجہ پالیسی اورحالت کتنے بدل گئے ہیں،فلسطین پیچھے چھوٹ گیا ہے،جبکہ اس کے حق میں ہم عرب اور مسلم ممالک کے ساتھ ایک مضبوط آواز بنے ہوئے تھے،اب سرائیل گہرادوست بن کر مشرق وسطیٰ تعلق سے پالیسی پر اثرانداز ہورہاہے،ابھی یہ حال ہے،اسرائیل سے مزید دوستی اورتعلقات بڑھیں گےتو کیا حال ہوگا،اسی لیے جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ اسرائیل سے دوستی میں فلسطین پیچھے چھوٹتا جارہاہے،انہیں غلط نہیں کہا جاسکتا،حالات اس کی گواہی دے رہے ہیں،فلسطین کے معاملے پرہم زیادہ تر خاموش رہتے یا تذبذب کے شکار رہتے ہیں اورضرورت سے زیادہ اسرائیل سے دوستی کا اظہار کررہے ہیں۔

ایک وہ وقت تھاجب ہندوستان نے 1988 میں فلسطین کو ریاست کی حیثیت سے منظوری دی تھی اوراس معاملے میں وہ پہلا غیرعرب ملک بناتھا،جس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا،اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات اس کے چار سال بعد 1992 میں قائم کئے گئے تھے،فلسطین کے مفادات کے حق میں ہماری آواز ہوتی تھی،ہم اس طرح آخری وقت تک پس وپیش میں نہیں رہتے،جیسا کہ یروشلم کواسرائیل کی راجدھانی بنانے کے امریکی اعلان کے خلاف اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں ووٹنگ کے وقت ہماری حالت تھی،اسرائیلی وزیراعظم کوتاریخی تین مورتی چوک کو حیفا کانام دے کر جوتحفہ دیا گیا اورجس طرح فلسطین اور خلافت عثمانیہ کے پرانے زخم کو کریدا گیا،ویسا معمول کی دوستی اوردشمنی میں نہیں ہوسکتا۔دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک طرف اسرائیل سے یہ دوستی اورقربت اوراگلے ماہ وزیراعظم نریندرمودی فلسطین کا دورہ کرنے والے ہیں،سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ دنیا کواس سے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں،جبکہ سابق صدر جمہوریہ پرنت مکھرجی نے دورہ اسرائیل کے دوران ماضی کی روایات کے مطابق فلسطین جانے کا پروگرام بنایا تو حکومت خوش نہیں تھی؛لیکن صدر کے اصرار پر راضی ہوگئی،ورنہ وہ دورہ نہیں ہوپاتا،اب وزیراعظم خود فلسطین جانے کا پروگرام بنارہے ہیں۔

بھلے ہی اسرائیل کے ساتھ سفارتی تعلقات کانگریس کی نرسمہاراؤ حکومت میں قائم ہوئے تھے اورکانگریس کی حکومتوں میں یہ تعلقات خفیہ طریقے سے آگے بڑھے،2012 میں یوپی اے سرکار کے وزیرخارجہ ایس ایم کرشنا نے اسرائیل کا دورہ کیا تھا؛لیکن دوستی اورتعلقات میں حقیقی پیش رفت بی جے پی کی مرکزی سرکاروں میں ہوئی۔

1999 کی باجپئی سرکار میں امریکہ اوراسرائیل کے ساتھ گہرے تعلقات قائم کرنے کی پالیسی بنائی گئی،اس وقت کے وزیرداخلہ ایل کے آڈوانی اوروزیردفاع جسونت سنگھ نے اسرائیل کا دورہ کرکے دونوں ملکوں کے درمیان اعلیٰ سطحی دورے کی راہ کھولی،پھر 2003 میں باجپئی سرکار میں پہلی بار کسی اسرائیلی وزیراعظم نے جو ایریل شیرون تھے،ہندوستان کا دورہ کیا،اس کے بعدوزراء اوروفود کے دوروں اورمعاہدوں کا تانتا لگ گیا،مودی سرکار نے ان تعلقات کونئی بلندیوں پر پہنچادیا،ایسا کہیں بھی نہیں ہوتا اور یہ بہت بڑی بات ہے کہ کسی حکومت کی ایک میعاد میں دوملکوں کے صدور اوروزراء اعظم نے دوروں کا تبادلہ کیا ہو،مودی سرکار میں دونوں ملکوں کے صدراوروزراء اعظم ایک دوسرے کے یہاں گئے،مسٹرمودی ہندوستان کے پہلے وزیراعظم ہیں،جنہوں نے اسرائیل کا دورہ کیااوراس کی تاریخ بنانے پران کی حکومت نے فخر کا اظہار بھی کیا۔ہندوستان اوراسرائیل کی دوستی کے تناظر میں نظریاتی پہلو کوتلاش کیا جائے تواس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہندتووادی تنظیمیں اسرائیل کی حامی رہی ہیں اوروہ مسلم دشمنی کے اظہار کے لیے بہت کچھ اسرائیل سے سیکھتی ہیں۔

اسرائیلی وزارت خارجہ نے 2009 میں یہ پتہ کرنے کے لیے 13 بااثر ملکوں میں عوام میں اس کی حمایت اورفلسطینیوں کے ساتھ ہمدردی کا کیا تناسب ہے تو چونکا دینے والے نتائج سامنے آئے،ہندوستان میں سب سے زیادہ 52 فیصد اسرائیل کے حامی ملے،اس معاملے میں ہمیشہ اسرائیل کی پشت پر کھڑا رہنے والا امریکہ پیچھے رکھائی دیا،جبکہ فلسطینیوں سے ہمدردی کے معاملے میں ہندوستان سب سے نچلے پائیدان پر رہا،کچھ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوراشٹر کا نظریہ اسرائیل کی نقل یا وہاں سے امپورٹ ہوکر آیا ہے،یہ اتفاق نہیں ہوسکتا کہ دونوں ملکوں میں صرف مسلم یا اسلامی دہشت گردی کی بات ہوتی ہے،جس طرح اسرائیل کی پالیسی ہے کہ چاہے کچھ بھی کرے وہ کسی یہودی کو دہشت گرد نہیں مانتا،اسی طرح ایک طرح سے ہندوستان کی غیرتحریری پالیسی بنادی گئی ہے کہ کسی ہندو کودہشت گرد نہیں کہاجائے گا اور ہندتو دہشت گردی سے انکار کیا جائے گا،چنانچہ دہشت گردی کے الزام میں کتنے ہندوؤں کی گرفتاری ہوئی،جن کو بعد میں کسی طرح بچالیا گیا؛لیکن جب جب ہندتو دہشت گردی کی بات کسی نے کہی،سختی سے مسترد کیا گیا،یا یہ کہہ کراس پر پردہ ڈالا گیا کہ دہشت گردی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا؛لیکن مسلم دہشت گردی کی بات پر کوئی نہیں کہتا کہ مذہب کا لیبل مت لگائیے،دہشت گردی کے الزام میں مسلمانوں کوگرفتار اور بدنام کیا جاتا ہےاورسارے گرفتارشدگان دس پندرہ برسوں میں باعزت بری ہوجاتے ہیں،پھر دہشت گرد کون ہے؟ آج تک اس سوال کا جواب نہیں دیا گیا،اسرائیل جس طرح عیسائیوں کے بجائے یا مسلم ممالک کواپنا دشمن کہتا ہے،جبکہ یہودیوں پراگردنیا میں کہیں ظلم ہوا ہوگا جوان کی مفروضہ کہانی کے علاوہ کچھ نہیں تواس کے ذمے دار عیسائی اورعیسائی حکومتیں ہوں گی،مسلمان کیسے دشمن ہوگئے؟ ہندوستان میں بھی ایک بڑی آبادی صرف مسلم حکمرانوں کے خلاف زہراگلتی اوران ہی کی حکومت کو غلامی کی حکومت کہتی ہے،انگریزوں کی حکومت کونہیں،بی جے پی بھی اسی نظریہ کی حامی ہے،اگراس کی حکومت میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات میں مسلم مخالفت یا تین مورتی حیفا چوک والی سوچ آگے بڑھائی جاتی ہےتو یہی کہا جائے گا کہ اسرائیل سے دوستی میں نظریاتی اور مذہبی پہلو کا استعمال کیا جارہاہے،جوخطرناک ایجنڈا ہےاوراس کے منفی اثرات آگے ظاہر ہوں گے۔(بشکریہ سہ روزہ دعوت،دہلی)

ٹرمپ کی نئی امگریشن پالیسی کے ممکنہ اثرات

امریکی صدرٹرمپ نے گزشتہ منگل کی شام کانگریس میں اپنا پہلا اسٹیٹ آف دی یونین خطاب کیا جس میں انہوں نے امیگریشن سے متعلق چار نقاط پر مشتمل اپنی حکمت عملی کا بھی اعلان کیا جس میں امریکہ میں قانونی دستاویزات کے بغیر ۱۸/لاکھ امیگریٹنس کو قانونی حیثیت دینے،میکسیکو کے ساتھ سرحد پر دیوار تعمیر کرنے ، ویزا لاٹری ختم کرنے اور چین امیگریشن کو بیوی/شوہر اور بچوں تک محدود کرنے کے اقدامات شامل ہیں۔اگر یہ امیگریشن پالیسی قانون کا درجہ حاصل کر لیتی ہے تو اس سے امریکہ میں امیگریشن انتہائی محدود ہو جائے گی اورامریکہ پرتین اہم حوالوں سے اس کے منفی اثرات مرتب ہوں گے ۔اس سے امیگریشن بہت کم ہو جائے گی اور سفید فام لوگوں کے علاوہ باقی تمام لوگ اس سے شدید طور پر متاثر ہوں گے۔ اس پالیسی کی وجہ والدین کیلئے امریکہ میں اپنے بچوں کے پاس آنا ممکن نہیں رہے گا اور نہ ہی بہن بھائیوں کا یہاں آنا ممکن ہو سکے گا۔اس پالیسی کے نتیجے میں امیگریشن کے ذریعے امریکہ آنے والوں کی تعداد میں ایک تہائی سے نصف حدتک کمی واقع ہوگی۔ یوں ان پابندیوں کے باعث سب سے زیادہ متاثر ہونے والوں میں سیام فام، لاطینو اورایشیائی امیگرنٹ شامل ہیں۔اس سے وہ لوگ بھی شدید طور پر متاثر ہوں گے جو کسی خطرے سے بچنے کیلئے امریکہ میں سیاسی پناہ حاصل کرتے ہیں۔امگریشن پالیسی کے ڈائرکٹر فلپ وولجن کا خیال ہے کہ امیگریٹنس کے امریکہ آنے کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ نسبتاً کم عمر کے ہنرمند اور تعلیم یافتہ افراد نے امریکہ آ کر یہاں ریٹائر ہونے والوں کی جگہ سنبھالی اور یوں اُنہوں نے امریکہ کی تیز رفتار ترقی میں نمایاں کردارادا کیا۔امریکہ کی آبادی کا ایک بڑا حصہ اب زیادہ عمر کے افراد پر مشتمل ہے اوراُن کی دیکھ بھال کیلئے سوشل سیکورٹی اور طبی دیکھ بھال کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہے ۔لہذا اگر امیگریشن انتہائی محدود ہو جاتی ہے تو امریکہ میں مستقبل میں خالی ہونے والی ملازمتوں کیلئے کافی انسانی وسائل موجود نہیں ہوں گے۔فلپ نے گوگل اور یاہو جیسی انٹرنیٹ کمپنیوں کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ایسی بڑی کمپنیوں کے بانی امیگرنٹ تھے اور اگر امیگریشن پر پاندی لگ جاتی ہے تو سوال یہ اُٹھتا ہے کہ کیا ایسے ذہین لوگ امریکہ آئیں گے یا پھر دوسرے ملکوں کا رُخ کریں گے۔اس بارے میں شاید ہم نے سوچا نہیں ہے ۔یہ پالیسی فی الحال محض ایک تجویز ہے اور کانگریس سے منظوری کے بعد ہی اسے قانونی حیثیت حاصل ہو سکے گی اور یہ منظوری حاصل کرنے میں شدید دشواری ہوگی کیونکہ ڈیموکریٹک سینیٹرز اور ایوان نمائندگان کے ارکان اس کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ تاہم ٹرمپ حامیوں کا کہنا ہے کہ نئی امیگریشن پالیسی سے امریکہ کی تمام ریاستوں کو فائدہ پہنچے گا۔۱۸/لاکھ امیگرنٹس کو قانونی حیثیت دینے سے انسانی وسائل میں اضافہ ہوگا اور یہ ثابت ہوگا کہ امریکی معیشت امیگرنٹس پر کس قدر انحصار کرتی ہے۔(بحوالہ وائس آف امریکہ)

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے